ماہنامہ

اھل السنۃ

Ahl Us Sunnah

اتباع الکتاب والسنۃ بفهم سلف الأمۃ

August 2021

اگست ۲۰۲۱ء

- عصر حاضر کے ائمہ ومدرسین اجیر ہیں، متبرع نہیں
- امام بخاری رحمہ اللہ اور صحیح بخاری پر تبلیغی اعتراضات کا جائزہ
- کتاب ''چار دن قربانی'' پر اعتراضات کے جوابات
- ترکی، شریفی اور سعودی عہد حکومت میں حج

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی

115

نائب ایڈیٹر: خلیل الرحمٰن سنابلی

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

محرم الحرام کی بدعات

۱۔ شادی بیاہ نہ کرنا اور اس مہینے کو سوگ و ماتم کا مہینہ سمجھنا، حالانکہ قرآن وحدیث کی دلیلیں تین دن سے زیادہ سوگ منانے کی اجازت نہیں دیتی ہیں سوائے متوفی عنہا زوجہا کے کہ اس کی بھی عدت چار مہینے دس دن ہے۔

۲۔ شیعوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے واقعہء کربلا کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا اور اس معاملے میں ہر حد سے گزر جانا۔

۳۔ کالے لباس کا خصوصیت کے ساتھ اہتمام کرنا، ننگے پاؤں اور بوقتِ ماتم ننگے بدن ہونا۔

۴۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر فاتحہ خوانی کرنا اور نذر و نیاز چڑھانا۔

۵۔ حضرت یزید رحمہ اللہ کو لعن طعن کرنا اور برے القابات سے ان کا تذکرہ کرنا۔

۶۔ پہلے عشرہ میں عموماً اور دس محرم کو بطور خاص مرثیہ خوانی کرنا، سینہ کوبی کرنا اور ایسا کرتے ہوئے شرکیہ کلمات ادا کرنا۔

۷۔ تعزیہ بنانا اور ماتم کے جلوس کا پورے شہر یا گاؤں میں چکر لگانا، وغیرہ وغیرہ

محترم قارئین! ایک طرف تو وہ چیزیں ہیں جو ثابت ہیں اور جن کے کرنے سے نیکیاں اور رب کی رضا ملتی ہے جبکہ دوسری طرف ایسی چیزیں ہیں جو غیر ثابت شدہ ہیں اور جن کے کرنے سے رب کی ناراضگی ملتی ہے، مگر افسوس کہ اگر آپ اس مہینے کے پہلے عشرے میں مسلم معاشروں کا چکر لگالیں تو آپ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ اسلام کے نام لیوا احباب نے کس طریقے سے اس عظمت وفضیلت والے مہینے کو بدعات وخرافات کا مہینہ بنا دیا ہے اور پھر ایسے عالم میں آپ یہ سوال کرنے پر مجبور ہوں گے کہ:

تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو؟

حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی، ممبئی

Ahlus Sunnah Volume No.9, Issue No.115, August 2021

جلد: ۹ | فی شمارہ Rs. 30/-
شمارہ: ۱۱۵ | سالانہ Rs. 300/-

اگست ۲۰۲۱ء

ماہنامہ

اھل السنۃ
Ahlus Sunnah

سرپرست : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی   نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر : کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر : خلیل الرحمٰن سنابلی
رابطہ نمبر: 8291063765

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی ● حافظ امتیاز احمد رحمانی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی ● گرافک ڈیزائنر : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

● شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی ● دکتور عبید الرحمٰن مدنی ● شیخ نور الحسن مدنی ● شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ : اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبرشپ کے لیے اوپر دیئے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: ● Current Account : ICICI Bank ● Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No:102805001781 ● IFSC Code : ICIC0001028 ● Andheri Link Road Branch

Add:Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل السنۃ
Ahlus Sunnah
اتباع الکتاب والسنۃ بفهم سلف الأمة
14

عصر حاضر کے ائمہ ومدرسین اجیر ہیں، متبرع نہیں	کفایت اللہ سنابلی	05
اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن	رشید سمیع سلفی	06
میراث میں مسئلہ عول پر اعتراض اور اس کا جواب	کفایت اللہ سنابلی	08
کتاب ''چار دن قربانی'' پر اعتراضات کے جوابات (گیارہویں قسط)	زبیر یحییٰ عالیاوی	14
امام بخاری رحمہ اللہ اور صحیح بخاری پر تبلیغی اعتراضات کا جائزہ (قسط دوم)	کفایت اللہ سنابلی	21
ترکی، شریفی اور سعودی عہد حکومت میں حج	صلاح الدین سنابلی	32
تین طلاق اور حدیث رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ	کفایت اللہ سنابلی	35
ابو عیسیٰ سلیمان بن کیسان الخراسانی رحمہ اللہ جرح وتعدیل کے میزان پر	حافظ اکبر علی اختر علی سلفی	44
وہ اندھیرا ہی بھلا تھا کہ قدم راہ پہ تھے!	علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ	49

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

عصر حاضر کے ائمہ ومدرسین اجیر ہیں، متبرع نہیں

کفایت اللہ سنابلی

کسی بھی مسئلہ میں فقہی حکم لگانے کا سب سے پہلا مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی درست فقہی تکییف وتوصیف کی جائے، اسی کو قدیم علماء کہتے تھے:

" الحكم على الشيء فرع عن تصوره "

''کسی چیز پر حکم لگانا اس چیز کے تصور کا نتیجہ ہوتا ہے''

آج جب ائمہ ومدرسین کے حقوق کی بات کی جاتی ہے تو بہت سارے لوگ وہ نصوص پیش کرنے بیٹھ جاتے ہیں جن میں مفت میں دینی کام کرنے کی ترغیب ہے، یا ان اسلاف کے واقعات پیش کرنے لگ جاتے ہیں جنہوں نے مفت میں دینی خدمات انجام دیئے ہیں۔

حالانکہ ان نصوص اور واقعات کا تعلق ان اشخاص سے ہے جو از خود مفت میں دینی خدمات انجام دینا چاہیں اور اس کی استطاعت ورغبت رکھتے ہوں۔ ایسی صورت میں ان کی حیثیت متبرع کی ہوتی ہے۔

لیکن موجودہ دور میں از راہ تبرع کام کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آج زندگی گزارنے کی مطلوبہ ضروریات بڑھ گئی ہیں، مثلاً گھر کا کرایہ، لائٹ بل، پانی بل، بچوں کی فیس، ٹریولنگ اور سب سے بڑا مسئلہ آج علاج ومعالجہ کا ہوتا ہے۔ اس لیے آج ائمہ ومدرسین تبرعاً کام نہیں کرتے اور ذمہ داران بھی ان کی تقرری اجرت پر ہی کرتے ہیں۔

ایسی صورت میں ان کی حیثیت متبرع کی نہیں بلکہ اجیر کی ہوتی ہے۔ اس لیے ان کے حقوق پر بات ہوگی تو وہ نصوص دیکھے جائیں گے جن میں اجیر کے احکام بتلائے گئے ہیں۔

یہ بہت بڑی بھول ہے کہ ایک شخص کو بطور اجیر مقرر کرلیا جائے اور جب اس کا حق دینا ہو تو اسے زبردستی متبرع بنا کر پیش کیا جائے۔

ائمہ ومدرسین کے حقوق پر بات کرنے سے پہلے یہ سمجھ لینا بہت ضروری ہے کہ مساجد ومدارس میں تقرری کے بعد ان کی فقہی تکییف اجیر کی بنتی ہے، متبرع کی نہیں۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن

رشید سمیع سلفی

تجزیہ وتحلیل عقل وفکر کی ذہنی ریاضت کا نام ہے،احوال وظروف کی نباضی اور آثار وقرآئن کی دیدہ ریزی مبصر کو ایسے حقائق سے روبروکراتی ہے جن سے ظاہربین نگاہیں محروم ہوتی ہیں،لیکن ذہن رسا کو ایک منطقی نتیجے تک پہنچنے کے لیے اعتدال وانتہا کے درمیان کی حد فاصل کا ادراک بھی ہونا چاہیے،وگرنہ اندھیرے میں تیر چلانا اور ریت کے گھروندوں پر اترانا فراست اور دانشوری نہیں ہے،بہتیرے لوگ اس فکری مشق کے ذریعے صحیح نتیجے تک پہنچتے ہیں،وہ غیر معمولی حالات کے تانے بانے میں پوشیدہ رموز کو پالیتے ہیں،ان سے ارباب نظر نہ صرف مستفید ہوتے ہیں بلکہ ان کی رہنمائی انسانیت کو قبل از وقت ممکنہ نشیب وفراز سے آگاہ بھی کرتی ہے،اس کی مثالیں تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں،تقسیم کے واقعے پر مولانا آزاد رحمہ اللہ کے تجزیے اور پیش گوئیاں آج حقیقت کا روپ دھار چکی ہیں،ان کا ہر تجزیہ مسلمہ صداقت بن چکا ہے،اسی بنا پر وہ بزبان خود کہتے تھے کہ تم پانی اور کیچڑ کو دیکھ کر کہتے ہو کہ بارش ہوئی ہے میں ہواؤں میں سونگھ لیتا ہوں کہ بارش ہونے والی ہے۔

تاریخ ایسی ذکی الحس ہستیوں سے بھری پڑی ہے جن کی نگاہ بصیرت مستقبل کے تیور اور ممکنہ تبدیلیوں کو تاڑ لیتی تھی،انہوں نے اپنی مجتہدانہ بصیرت سے قوم وملت کو فیض پہنچایا،خطروں سے آگاہ کیا،لیکن ماضی میں یہ جسارت وہی اذہان کرتی تھیں جو اس کی اہل ہوتی تھیں،لیکن موجودہ دور میں فقہ الواقع کے نام نہاد مجتہدین نے منظر نامہ یکسر تبدیل کردیا ہے،اب سطحی اندازوں اور بے بنیاد واہموں کو تجزیہ اور پیشن گوئی کے نام پر صفحات پر صفحات انڈیلا جارہا ہے،آئے دن لوگ سستی شہرت کے لیے اپنے خام تجزیوں کی بنا پر ایسی پیشن گوئیاں کررہے ہیں کہ انسان حیران وششدر رہ جائے،پھر اسے حقیقت پر محمول کر کے شیئر در شیئر دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچا دیا جاتا ہے،زیادہ تر تحریریں سنسنی خیز اور دور از کار خدشات پر مبنی ہوتی ہیں،موہوم خدشات کے سائے میں لوگ حالات کو اسی تناظر میں دیکھنا شروع کردیتے ہیں۔

سچ یہ ہے کہ ایسی تحریریں کہیں نہ کہیں منطقی طور پر ایسے مخدوش حالات وخطرات کے لیے راہ ہموار کرتی ہیں جو وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتے،جان لیجیے کہ یہ معاملہ ان فقہی مسائل سے میل کھاتا ہے جو واقع تو نہیں ہوتے لیکن ان کا حکم قبل از وقت ہی بیان کردیا جاتا ہے،جس سے شریعت منع کرتی ہے،بعینہ ہم نے ایسے دور از کار اور خوفناک قسم کے بعید الوقوع تجزیے بھی پڑھے ہیں جن پر ماہ وسال کی گرد جم گئی ہے،اب تجزیہ کاروں کی وہ پیشن گوئیاں شرمندۂ تکمیل ہونے سے رہیں،لیکن ان کے منفی اثرات کی قیمت کون ادا کرے گا جو اس تجزیے کے نتیجے میں انسانی دل ودماغ اور صحت کو لاحق ہوئے اور اس جھوٹ کا خمیازہ کون بھرے گا جس نے ذہنوں کو گمراہ کیا اور خوف کی نفسیات کا انسانوں کو مریض بنایا،مایوسی کی وہ کہر کیسے چھٹے گی جسکا پیدا ہونا فطری تھا،ضروری تھا کہ وقت آنے پر ایسی تحریروں کو منظر عام پر لاکر ان کے جھوٹ اور غلط بیانی کو بے نقاب کیا

جاتا،اس پر ردلکھا جاتا،لیکن وقت گزرنے پر کوئی بھی ان کی خبر نہیں لیتا ہے۔

یہ ایک فیشن بن چکا ہے کہ کسی مضطرب دماغ کو شرارت سوجھتی ہے اور وہ دریا کی خاموش سطح پر ہلچل برپا کر جاتا ہے،اپنے مفروضات کی بنیاد پر انسانوں کے مستقبل کا فیصلہ سنانے لگتا ہے اور اپنے لایعنی وساوس کے لیے ذخیرۂ احادیث کو بھی مشق ستم بنانے سے نہیں چوکتا،جی ہاں سیاسی مقاصد اور دنیوی جولانگاہوں سے نکل کر یہ مخصوص داؤ پیچ دینی حقائق پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگتا ہے،،مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب اوبامہ امریکہ کا صدر چن کر آیا تھا تو ایک ایسی ہی دھماکہ خیز تحریر منظر عام پر آئی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ یہ وہی حبشی ہے جو خانۂ کعبہ کو منہدم کرے گا اور جس کی پیشن گوئی حدیثوں میں کی گئی ہے،پھر بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ حدیث میں بیان کیے گئے علامات کو نہ صرف پلو بچا پلو کی تھیاگیاتھا بلکہ اس کے شجرۂ نسب کو بھی کھینچ تان کر متعلقہ مفہوم تک پہنچادیا گیا تھا،پھر کیا تھا؟مضمون کی کاپیاں کار ثواب سمجھ کر بانٹی جارہی تھیں تاکہ خانۂ خدا کو انہدام سے بچایا جاسکے۔

دیکھا یہ بھی گیا ہے کہ عراق وافغانستان پر امریکی حملے کو فقہ الواقع کے ایکسپرٹ پورے یقین کے ساتھ قرب قیامت کی جنگوں پر محمول کررہے تھے اور ”کتاب الملاحم“ کی حدیثوں کو گھسیٹ گھسیٹ کران واقعات پر چسپاں کررہے تھے،ابھی کورونا بحران کے دور میں ویکسین کے حوالے سے جس انداز کی تحریریں اور تجزیے سوشل میڈیا پر گردش کررہے تھے اور ویکسین میں چِپ کی بات کہہ کر ایک ہولناک دجالی نظام کی آمد آمد کی بات کہی جارہی تھی،اسے پڑھ کر محسوس ہورہا تھا کہ یہ لوگ دجّال کا تفصیلی انٹرویو لے کر یہ سطور سپرد قلم کررہے ہیں،اب پتہ نہیں وہ خفیہ چِپ کہاں کہاں پہنچائی جارہی ہے کیونکہ ہر ملک ویکسین کی تیاری میں لگا ہوا ہے،بیماری کو خطرناک سازش کہہ کر جس طرح کے انکشافات کیے جارہے تھے وہ پڑھ کر پیروں کے نیچے سے زمین کھسکتی محسوس ہورہی تھی،ملک کو اسپین بنانے کی بات اور ایک طویل مسلم نسل کشی کے خطرناک منصوبے تو پرانے ہوگئے،سی اے اے اور این آر سی پر بھی یہ طبقہ اپنا مخصوص راگ الاپ رہا ہے اور چیزوں کو بڑھا چڑھا کر دکھا رہا ہے،دراصل ایک طبقہ ہے جو اپنے مخصوص عینک سے ہر واقعے کو دیکھتا ہے،سنسنی خیز انکشافات کے ذریعہ اپنے تیز طرار قلم،سیاسی بالغ نظری اور بصیرت کا لوہا منوانے کی کوشش کرتا ہے اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ ملکی وعالمی سیاست کے اصل کھلاڑی ہم ہیں باقی لوگ حیض ونفاس اور طہر وغسل کے مفتی ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس طرح کی فکری تفریح اور قلمی شوخی کی کھلی اجازت ہے؟یا اس کے کچھ حدود اور معیار بھی ہیں؟کیا صحافتی ضابطوں کا اطلاق اس قسم کی تحریروں پر نہیں ہوتا؟کیا صحیح اور غلط اور سچ وجھوٹ کا اعتبار اس کوچے میں نہیں پایا جاتا؟یا پھر ہر کوئی اپنے وساوس اور ہوائی خیالات کو دانشوری اور پیش گوئی کے نام سے جگہ جگہ انڈیلنے پر آزاد ہے،کیا صحافتی اخلاقیات میں قلم کے لیے حزم واحتیاط کا درس نہیں ہے؟کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم بھی ہر قید وبند سے آزاد بدنام زمانہ میڈیا کے نقش قدم پر چلنے لگے ہیں اور خدمت انسانیت کو بالائے طاق رکھ کر کسبِ دنیا،سستی شہرت اور مکر وفریب کو اپنا شیوہ بنالیا ہے،ایسے ہی لوگوں کو نصیحت کی گئی ہے۔

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خُوب ہے لیکن　　　جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے،وہ نظر کیا

میراث میں مسئلہ عول پر اعتراض اور اس کا جواب

کفایت اللہ سنابلی

قرآن میں مذکورکسی چیز کو جب کلی طور پر کسی فن اوراس کے تقاضے سے جوڑ دیا جاتا ہےتو بلاوجہ کے اعتراضات جنم لیتے ہیں، اب ایسے اعتراضات کے جوابات پر توانائی صرف کرنے سے بہتر ہے کہ ان کی بنیاد جس مقدمہ پر قائم ہے قرآن کواس سے بری قرار دے دیا جائے اور آیات کے اصل مقصود کی وضاحت کی جائے۔

مثلاً قرآن میں ابراہیم علیہ السلام کا ایک بادشاہ کے ساتھ جو مکالمہ ہے اسے بعض اہل علم نے کلی طور پر مناظرہ کا نام دے دیا، پھر اعتراض کھڑا ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو پہلی دلیل دی تھی کہ میرا رب موت وحیات دینے والا ہے وہ دلیل تو اپنی جگہ پر بالکل درست تھی، جسے بادشاہ سمجھ نہیں سکا۔تو اب اصول مناظرہ کی رو سے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی اس دلیل پر قائم رہنا چاہئے، وغیرہ وغیرہ۔

دراصل بات یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ مکالمہ وہ فنی مناظرہ نہیں ہے جس میں مقصود سامنے والے کو چپ کرانا ہوتا ہے، بلکہ اثبات حق کا ایک طریقہ ہے جس میں مقصود سامنے والے کو تسلی کرانا ہے، اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ پہلی دلیل کو یہ سمجھ نہیں سکا تو انہوں نے اس دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل پیش کردی تا کہ اس کی تسلی کا سامان ہو جائے، اس کی مثال ڈاکٹر کے علاج جیسی ہے کہ ایک ڈاکٹر مریض کو مرض کے مطابق بالکل درست دوا دیتا ہے، لیکن جب یہ دیکھتا ہے کہ گرچہ دوا درست ہے لیکن اس کا جسم اس دوا کا متحمل نہیں ہے، تو ڈاکٹر دوا بدل کر دوسری ایسی دوا تجویز کرتا ہے جسے مریض کا جسم قبول کر سکے، یہی کام ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔لہٰذا ابراہیم علیہ السلام کا یہ مکالمہ فنی مناظرہ ہے ہی نہیں، جسے تصور کر کے طرح طرح کے اعتراضات کھڑے کئے جاتے ہیں۔

قرآن میں مذکور احکام میراث کے ساتھ آج کل بردرز حضرات بھی یہی کر رہے ہیں، چنانچہ انہوں نے اسے کلی طور سے حساب اور ریاضی تصور کرلیا، اور یہ سمجھ لیا کہ قرآن نے وارثین کے جو حصص (Shares)، کسر (Fraction) میں بتلائے ہیں ان سب کا مجموعہ لازمی طور پر ایک صحیح عدد (Integer) ہونا چاہئے۔

یہ مان لینے کی صورت میں اشکال یہ پیدا ہوا کہ بعض صورتوں میں قرآن کے مطابق بتائے گئے وارثین کے حصوں کو جب جمع کیا جاتا ہے تو وہ ایک صحیح عدد نہیں ہوتا بلکہ اس سے بڑھ جاتا ہے۔

مثلاً:

ایک عورت فوت ہوجائے اوراس کے پیچھے اس کا شوہراوراس کی دو بہنیں ہوں۔تواس صورت میں قرآن نے شوہر کا حصہ،ترکہ کا آدھا بتلایا ہےاوردو بہنوں کا حصہ،ترکہ کا دوتہائی بتلایا ہے۔اب آدھااوردوتہائی جوڑا جائے تو یہ ایک صحیح عدد سے بڑھ جاتا ہےاور یہ ریاضی کے اصول کے خلاف ہے۔

☆**غیر مسلمین کا اعتراض اور بردرز حضرات کا جواب:**

یادرہے کہ اس بات کوغیر مسلمین بہت اچھالتے ہیں اور کہتے ہیں قرآن میں ریاضی کی غلطی ہے۔اب غیر مسلموں کے اس اعتراض کا بردرز حضرات جواب دیتے ہیں تو وہ اس مقدمہ پر کوئی نکیر نہیں کرتے کہ وراثت کے ان احکام کو مکمل فن ریاضی سے کیونکر جوڑ دیا گیا؟ بلکہ وہ اس مقدمہ کو برقرار رکھتے ہوئے یوں جواب دیتے ہیں کہ پہلے شوہر کو کل ترکہ کا آدھا حصہ دیا جائے گا اس کے بعد جو مال بچے گا اس میں سے دوتہائی بہنوں کو دیا جائے گا، پھر بہنوں کو دینے کے بعد جو مال باقی بچ جائے گا وہ قریبی مذکر کو دیا جائے گا۔

یعنی مذکورہ مثال میں اگر ترکہ بارہ(12) لاکھ ہوتو آدھا یعنی چھ(6) لاکھ شوہر کو ملے گا، باقی جو چھ لاکھ بچے گا اس میں سے دوتہائی یعنی چار(4) لاکھ بہنوں کو دیا جائے گا،اور پھر جودو(2) لاکھ بچے گا وہ حدیث کے مطابق قریبی مذکر رشتہ دار کو دیا جائے گا۔

اس طرح کے جواب سے غیر مسلم اس لئے چپ ہوجاتا ہے کیونکہ وہ صرف ریاضی جانتا ہے،قرآن اور عربی زبان سے ناواقف ہوتا ہے۔

اس جواب کو اگر کوئی قرآنی الفاظ وتصریحات کی روشنی میں دیکھے تو ہرگز تسلیم نہیں کرے گا۔کیونکہ:

اولاً:

اس جواب میں پہلے شوہر کو کل ترکہ کا آدھا دیا جارہا ہے،اب یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ پہلے بہنوں کو کل ترکہ کا دوتہائی کیوں نہیں دیا گیا؟ اوراس کی کوئی دلیل نہیں دی جاسکتی۔

ثانیاً:

اس جواب میں شوہر کو تو کل ترکہ کا آدھا دیا گیا ہے،لیکن بہنوں کو دوتہائی کل ترکہ سے نہیں دیا گیا ہے،جبکہ قرآن نے جس طرح شوہر کو کل ترکہ کا نصف حصہ دینے کے لئے کہا ہے،ٹھیک اسی طرح سے بہنوں کو بھی کل ترکہ کا دوتہائی حصہ دینے کو کہا ہے۔ملاحظہ فرمائیں دونوں سے متعلق آیات:

☆ شوہر کا حصہ کل ترکہ کا آدھا ہوگا،اللہ فرماتا ہے:

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾

''تمہاری بیویوں کی اگر اولاد نہ ہو تو ان کے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ تمہارا ہے'' [النساء:۱۲]

☆ دو بہنوں کا حصہ بھی کل ترکہ کا دو تہائی ہوگا، اللہ فرماتا ہے:

﴿فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ﴾

''اگر دو بہنیں ہوں تو چھوڑے ہوئے مال کا دو تہائی حصہ ان دو بہنوں کا ہے'' [النساء:۱۷۶]

غور کریں کہ قرآن نے جس طرح شوہر کو کل ترکہ کا آدھا دینے کے لئے کہا ہے۔ٹھیک اسی طرح بہنوں کو بھی کل ترکہ کا دو تہائی دینے کو کہا ہے۔

قرآن کے الفاظ (مِمَّا تَرَكَ) پر غور کریں، بات بہت واضح ہے، کہ قرآن میت کے چھوڑے ہوئے مال سے (یعنی کل ترکہ سے) دو تہائی بہنوں کو دینے کی بات کر رہا ہے، جبکہ بردرز حضرات کے جواب میں شوہر کو آدھا تو کل ترکہ سے دیا جارہا ہے، لیکن بہنوں کو کل ترکہ سے دو تہائی نہیں دیا گیا ہے بلکہ شوہر کو دینے کے بعد جو بچا تھا اس کا دو تہائی دیا گیا ہے۔اور یہ بات قرآن کے صریح خلاف ہے۔

نیز اس میں بہنوں کا سخت خسارہ ہے کیونکہ انہیں کل مال سے دو تہائی نہیں دیا جاتا ہے بلکہ شوہر کو دینے کے بعد باقی بچے مال کا دو تہائی دیا جاتا ہے۔

علاوہ بریں اگر بردرز حضرات کا ضابطہ درست مان لیا جائے تو پھر ہر مسئلہ میں اسی ضابطہ پر عمل کرنا ہوگا یعنی پہلے شوہر کا حصہ کل مال سے دینا ہوگا اور اسے دینے کے بعد جو بچے گا اس سے باقی وارثین کو حصہ دینا ہوگا۔

مثلاً ایک عورت بارہ لاکھ چھوڑ کر فوت ہو جائے اور اس کے پیچھے اس کا شوہر، اس کی بیٹی اور اس کا بھائی ہو، تو اصل قانون میراث سے شوہر کو چوتھائی یعنی تین لاکھ ملے گا، بیٹی کو آدھا یعنی چھ لاکھ ملے گا، اور بھائی کو باقی یعنی تین لاکھ ملے گا۔

لیکن بردرز حضرات کے مذکورہ ضابطے کے مطابق، پہلے شوہر کو چوتھائی یعنی تین لاکھ ملے گا، اس کے بعد باقی مال یعنی نو لاکھ کا آدھا یعنی ساڑھے چار لاکھ بیٹی کو ملے گا، اور بچا ہوا یعنی ساڑے چار لاکھ بھائی کو ملے گا۔

اب موازنہ کیجئے کہ اس ضابطہ سے بیٹی پر کتنا بڑا ظلم ہو رہا ہے۔

اسے کہتے ہیں بارش سے بھاگنا اور پرنالے کے نیچے آ کر کھڑے ہو جانا۔

☆ **اعتراض کا درست جواب:**

اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض جس مقدمہ پر کھڑا ہے وہ مقدمہ ہی باطل ہے، یعنی قرآن نے عین

ریاضی کے اصول پر وارثین کے حصے نہیں بیان کئے ہیں، یعنی قرآن نے یہ کہیں نہیں کہا ہے کہ وارثین کے حصوں کا مجموعہ لازمی طور پر ایک صحیح عدد ہونا چاہئے۔ بلکہ قرآن نے اصلاً وارثین کی استحقاقی قوت بیان کی ہے، اور اس کے لئے ان کا ایک حق متعین کر دیا ہے، قطع نظر اس کے کہ وارثین کی تعداد کیا ہے اور ترکہ کے بالمقابل ان کی نوعیت کیا ہے۔

☆ اب اگر وارثین کی نوعیت ایسی ہو کہ ترکہ کی رقم ان کے متعین حقوق کے موافق ہو، تو ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اس کا متعین حق ہے۔ علم میراث میں اس مسئلہ کو مسئلہ عادلہ کہا جاتا ہے۔

مثلاً ایک عورت فوت ہوئی اور پیچھے اپنے شوہر اور ایک سگی بہن کو چھوڑا تو شوہر کو آدھا اور بہن کو آدھا ملے گا۔ یہاں دونوں وارث کے متعین حقوق ترکہ کے موافق ہیں۔

☆ اور اگر وارثین کی نوعیت ایسی ہو کہ ترکہ کی رقم کے بالمقابل ان کے متعین حقوق کم ہوں، تو ہر وارث کو اس کے متعین حق کے ساتھ ساتھ اس کی استحقاقی قوت کی نسبت سے مزید مال ملے گا۔ علم میراث میں اس مسئلہ کو مسئلہ ناقصہ کہا جاتا ہے۔

مثلاً ایک عورت فوت ہوئی اور پیچھے ایک سگی بہن اور ماں کو چھوڑا، تو یہاں بہن کا متعین حق آدھا اور ماں کا متعین حق ایک تہائی ہے۔ یعنی یہاں دونوں کے حقوق، ترکہ کے بالمقابل کم ہیں، اس لئے ان دونوں کو ان کے متعین حقوق کے ساتھ ساتھ ان کے استحقاقی قوت کی نسبت سے مزید مال دیا جائے گا۔

مثلاً ترکہ بارہ لاکھ ہو تو بہن کو آدھا یعنی چھ لاکھ کے ساتھ ساتھ مزید ایک لاکھ بیس ہزار اور ملے گا، یعنی کل سات لاکھ بیس ہزار ملیں گے۔ اور ماں کو تہائی یعنی چار لاکھ کے ساتھ ساتھ مزید اسّی ہزار اور ملے گا، یعنی کل چار لاکھ اسّی ہزار ملیں گے۔

☆ اور اگر وارثین کی نوعیت ایسی ہو کہ ترکہ کے بالمقابل ان کے متعین حقوق زائد ہوں، تو ہر وارث کو اس کے استحقاقی قوت کی نسبت سے اس کے متعین حق سے کچھ کم مال ملے گا۔ علم میراث میں اس مسئلہ کو مسئلہ عائلہ کہا جاتا ہے۔

مثلاً شروع میں پیش کردہ مثال کو لیں یعنی ایک عورت فوت ہو جائے اور اس کے پیچھے اس کا شوہر اور اس کی دو بہنیں ہوں۔

تو یہاں شوہر کا متعین حق آدھا ہے اور دو بہنوں کا متعین حق دو تہائی ہے، یعنی یہاں وارثین کے حقوق ترکہ کے بالمقابل زائد ہیں، اس لئے یہاں وارثین کو ان کے استحقاقی قوت کی نسبت سے ان کے متعین حق سے کچھ کم مال ملے گا۔ مثلاً ترکہ بارہ لاکھ ہو تو شوہر کو آدھا یعنی چھ لاکھ کی جگہ پانچ لاکھ کچھ ہزار ملیں گے، اور دونوں بہنوں کو دو تہائی یعنی آٹھ لاکھ کی جگہ چھ لاکھ کچھ ہزار ملیں گے۔

یہ ہے قرآن میں بیان کردہ وارثین کے حقوق کا مفہوم۔ اس کو مکمل فن ریاضی اور اس کے تقاضے سے جوڑ کر دیکھنا درست نہیں ہے۔

قرآن کا مقصود یہ ہرگز نہیں ہے کہ سارے وارثین کے مقررہ حصوں کا مجموعہ لازمی طور پر ایک صحیح عدد ہونا چاہئے بلکہ قرآن نے وارثین کے متعین حصص بتا کر ان کی استحقاقی قوت بتلائی ہے۔

اب آیئے اسی چیز کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں۔

☆ ایک مثال سے جواب کی وضاحت:

فرض کریں کسی کلاس میں پانچ طلبہ ہوں اور کوئی آدمی بارہ ہزار روپے دے کر کہے کہ یہ پوری رقم اس کلاس میں ممتاز نمبرات سے پاس ہونے والوں کے مابین تقسیم کر دی جائے، اس طرح کہ جو پہلے نمبر پر ہوگا اس رقم میں اس کا آدھا حق ہوگا، جو دوسرے نمبر پر ہوگا اس رقم میں اس کا تہائی حق ہوگا، اور جو تیسرے نمبر پر ہوگا اس رقم میں اس کا چھٹا حق ہوگا۔ رقم دہندہ یہ تاکید کر دے کہ یہ ساری رقم ممتاز نمبرات سے پاس ہونے والوں کو ہی دی جائے۔

☆ اب اگر واقعی تین طلبہ ممتاز ہوں اور بالترتیب پہلے، دوسرے اور تیسرے نمبر پر ہوں۔

تو پہلے نمبر پر آنے والے طالب علم کو چھ ہزار ملیں گے۔

اور دوسرے نمبر پر آنے والے طالب علم چار ہزار ملیں گے۔

اور تیسرے نمبر پر آنیوالے طالب علم کو دو ہزار ملیں گے۔

فرائض میں جب اس طرح کی صورت ہوتی ہے تو اسے مسئلہ عادلہ کہتے ہیں۔

☆ لیکن فرض کریں کہ اس کلاس میں دو طلبہ ممتاز نمبرات سے پاس ہوتے ہیں ایک کا پہلا نمبر ہوتا ہے اور دوسرے کا دوسرا، اور باقی سب فیل ہو جاتے ہیں۔

تو اب ظاہر ہے کہ رقم دہندہ کی تاکید کے مطابق یہ ساری رقم انہیں دونوں طلبہ کو دینی ہوگی۔ لیکن ان دونوں کا جو حق ہے رقم اس سے زائد ہے۔ اس لئے ان کے حقوق کی نسبت سے ساری رقم انہیں دونوں میں تقسیم کر دی جائے گی، اس طرح کہ:

پہلے نمبر پر آنے والے کو چھ ہزار کی جگہ، سات ہزار دو سو روپے ملیں گے۔ (یعنی ایک ہزار دو سو روپے اس کے حق سے زائد ملیں گے)

اور دوسرے نمبر پر آنے والے کو چار ہزار کی جگہ، چار ہزار آٹھ سو ملیں گے۔ (یعنی آٹھ سو روپے اس کے حق سے زائد ملیں گے)

فرائض میں جب اس طرح کی صورت ہوتی ہے تو اسے مسئلہ ناقصہ کہتے ہیں۔

☆ اب ایک اور صورت فرض کریں کہ مذکورہ کلاس میں چار طلبہ ممتاز نمبرات سے پاس ہو جاتے ہیں، ایک پہلے نمبر پر ہوتا ہے، اور دو یکساں طور پر دوسرے نمبر پر ہوتے ہیں، اور چوتھا تیسرے نمبر پر ہوتا ہے۔

اب اس صورت میں پہلے نمبر والے طالب علم کا حق آدھا ہے،اور دوسرے نمبر پر آنے والے دونوں طلباء میں سے ہر ایک کا حق ایک تہائی ہے،اور تیسرے نمبر پر آنے والے طالب علم کا حق چھٹا ہے۔لیکن اس صورت میں سب کو ان کے متعین حقوق کے مطابق دینا ممکن نہیں ہے۔کیونکہ اگر پہلے نمبر والے کو آدھا یعنی چھ ہزار دے دیں اور دوسرے نمبر پر آنے والے دونوں طلباء میں سے ایک کو تہائی یعنی چار چار ہزار دے دیں،تو یہیں پر رقم کم پڑ جاتی ہے اور تیسرے نمبر والے کے لئے تو رقم بچتی ہی نہیں ہے۔

اب یہاں ایسا ہرگز نہیں کر سکتے کہ پہلے نمبر پر آنے والے کو تو کل مال سے آدھا دیں اور دیگر طلباء کو باقی بچے آدھے مال سے تہائی یا چھٹا حصہ دیں۔

بلکہ ایسی صورت میں انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ہر طالب علم کے مطلوبہ حصے سے ان کے استحقاق کی نسبت سے کچھ رقم کر دی جائے۔

اس اعتبار سے پہلے نمبر پر آنے والے کو چھ ہزار کی جگہ،چار ہزار پانچ سو روپے ملیں گے۔(یعنی اسے اس کے متعین حق سے ڈیڑھ ہزار کم ملیں گے)

اور دوسرے نمبر پر آنے والے دونوں طلباء میں سے ہر ایک کو چار ہزار کی جگہ،تین ہزار ملیں گے(یعنی ان میں سے ہر ایک کو اس کے متعین حق سے ایک ہزار کم ملیں گے)

اور تیسرے نمبر پر آنے والے طالب علم کو دو ہزار کی جگہ،پندرہ سو ملیں گے(یعنی اسے اس کے متعین حق سے پانچ سو روپے کم ملیں گے)

فرائض میں جب اس طرح کی صورت ہوتی ہے تو اسے مسئلہ عائلہ کہتے ہیں۔

اب ذرا اس بات پر غور کیجئے کہ رقم دہندہ نے رقم دینے کے بعد ممتاز طلبہ کے جو متعین حقوق بتلائے ہیں،کیا اس کا مقصود یہ تھا کہ ان سارے حقوق کا مجموعہ ایک صحیح عدد ہونا چاہئے؟

اور اگر مستحقین طلباء کی تعداد کم ہو جائے یا بڑھ جائے تو کیا یہ کہیں گے کہ رقم دہندہ حساب اور ریاضی سے ناواقف تھا؟اور اس نے حقوق متعین کرنے میں ریاضی کی غلطی کر دی ہے؟

ظاہر ہے کہ یہاں یہی کہا جائے گا کہ رقم دہندہ کا مقصد صرف یہ بتلانا تھا کہ کون کس مقدار کی رقم کا مستحق ہے۔

یہی معاملہ قرآن میں متعین کردہ وارثین کے حقوق کا ہے،قرآن کا مقصود یہ ہرگز نہیں ہے کہ ان حقوق کا مجموعہ ایک صحیح عدد ہونا چاہئے بلکہ مقصد صرف یہ بتلانا ہے کہ کون وارث کتنی مقدار کا حق رکھتا ہے۔

(گیارہویں قسط)

کتاب ’’چاردن قربانی‘‘ پراعتراضات کے جوابات

زبیر یحییٰ عالیاوی

اس کے جواب میں بلال صاحب لکھتے ہیں:

اس بات پر اتفاق ہے کہ مدائنی متروک اور امام برقی دونوں حمزہ بن محمد کے شیخ ہیں (یا دلائل سے ثابت کیا جائے کہ امام برقی حمزہ بن محمد کے شیخ نہیں ہیں) اختلاف تو اس میں ہے کہ مدائنی متروک مسلم بن ابراہیم کا شاگرد ہے یا نہیں، امالی ابن بشران میں امام برقی ہیں، لیکن صرف ’’المشیخۃ البغدادیہ‘‘ کی ایک سند میں مسلم بن ابراہم کا شاگرد محمد بن عیسیٰ بن حیان المدائنی کاتب کی غلطی سے لکھ دیا گیا ہے، اب اختلاف کا حل مسلم بن ابراہیم ہی سے ہوگا، اور مسلم بن ابراہیم کے شاگردوں میں ثقہ امام احمد بن محمد بن عیسیٰ برقی ہیں مدائنی متروک نہیں، لہٰذا کاتب کی غلطی کو دلیل بنا کر اس اثر کو ضعیف کہنا درست نہیں ہے۔ (چاردن قربانی؟ص۵۳)

اب کوئی عقلمند آدمی اس پر غور کرے کہ کیا یہ پیش کردہ دلیل کا جواب ہے؟ یہ بات پوری دنیا جانتی ہے کہ کاتب وناسخ نے کئی جگہ ایسی غلطیاں کی ہیں کہ اگلے حصہ کی بات کو پچھلے حصہ میں شامل کر دیا ہے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے بعض مخطوطوں میں ’’تحت السرہ‘‘ والی روایت اس کی مثال ہے اور اس طرح کی مثالیں اور بھی بہت ہیں۔

اب اصل دلیل سے چشم پوشی کرنے کے بعد بلال صاحب نے جو دوسری بات چھیڑ دی ہے وہ خود ان کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ کتب رجال کی روشنی میں سند میں اوپر جا کر مسلم بن ابراہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ برقی کی شاگردی کا رشتہ جوڑ رہے ہیں۔

محترم یہ شاگردی کا رشتہ جوڑنے سے پہلے کتب رجال ہی کی روشنی میں یہ تو ثابت کیجئے کہ احمد بن محمد بن عیسیٰ برقی یہ حمزہ بن محمد کا استاذ ہے!

کیونکہ آپ تک یہ خبر حمزہ بن محمد سے گزر کر پہنچ رہی ہے اس لئے سب سے پہلے حمزہ بن محمد کس سے نقل کر رہے ہیں یہ طے کرنا ہوگا اور کتب رجال دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حمزہ بن محمد کے اساتذہ میں مدائنی متروک کا ذکر تو ملتا ہے (تاریخ بغداد:۳/۶۹۴) مگر احمد بن محمد بن عیسیٰ برقی کا ذکر نہیں ملتا ہے، اس لئے آپ ہی کے اصول سے یہیں یہ طے ہوجاتا ہے کہ حمزہ بن محمد کا استاذ مدائنی متروک ہی ہے۔

اگر آپ سندوں کا سہارا لیں تو سند سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلم بن ابراہیم بھی مدائنی متروک کے شاگرد ہیں۔

اگر آپ کہیں یہ کاتب کی غلطی ہے تو اس کی الگ سے دلیل لائیے کیوں کہ کتب رجال میں اساتذہ وتلامذہ کی فہرست سے یہ غلطی ثابت ہی نہیں ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ کتب رجال میں اساتذہ وتلامذہ کی لسٹ سے دونوں طرف کا معاملہ یکساں ہے، بلکہ آپ کے اصول سے ہمارے موقف کے صواب کا پہلو ہی راجح ہے جیسا کہ واضح کیا گیا۔

اب بلال صاحب نے طرق کی جو دلیل دی ہے اسے بھی دیکھ لیتے ہیں بلال صاحب نے کل چار سندیں پیش کی ہیں جو یہ ہیں:

پہلی سند: **أخبرنا ابو احمد :حمزة بن محمد بن العباس بن الحارث ، ثنا أحمد بن محمد بن عيسىٰ، ثنا أبو حذيفة، ثنا سفيان، عن العلاء بن المسيب، عن رجل من بني تيم اللّٰه**......[أمالي ابن بشران :الجزء الأول:ح:٤٣٤]

دوسری سند:

أخبرنا أبو أحمد حمزة بن محمد بن العباس، حدثنا أحمد بن محمد بن عيسىٰ البرقي، حدثنا أبو نعيم، حدثنا زكريا بن يحيى، عن الشعبي، عن عدي بن حاتم، قال...... [الجزء الأول والثاني من فوائد ابن بشران: ح:٦٩٣]

تیسری سند:

أخبرنا ابو طاهر السلفي، حدثنا عمر بن المبارك الحرفي ، ثنا أبو القاسم بن بشران، حدثنا ابو احمد :حمزة بن محمد بن العباس بن الحارث الدهقان، ثنا أحمد بن محمد بن عيسىٰ المدائني ، ثنا ابن المبارك عن عاصم، عن الشعبي، عن عدي بن حاتم، أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، قال:"في الكلب يصيد قال:إذا أكل، فلا تأكل"[أمالي ابن بشران ، الجزء الثاني :ص:٢٢٨ح:١٣٩٩]

بلال صاحب نے یہاں مدائنی کے بجائے برقی کی نسبت کے ساتھ نقل کیا، یہاں انہوں نے شاملہ سے نقل کیا ورنہ خود ہی بلال صاحب پہلے اسی سند کو پیش کر کے یہ بتارہے تھے اس میں مدائنی کی نسبت کاتب نے غلطی سے لکھ دی اور اس کا جواب دیا جاچکا ہے کہ یہ کاتب کی غلطی نہیں ہے بلکہ یہ یہاں مدائنی متروک ہی مراد ہے۔اس لئے یہ حوالہ غیر متعلق ہے۔

چوتھی سند:

أخبر الشيخ الحافظ أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب ـ بدمشق يوم قال:أخبرنا علي بن محمد بن عبد اللّٰه المعدل، أنا أبو أحمد حمزة بن محمد بن العباس، نا أحمد بن محمد بن عيسى البرقي، نا خلف بن موسى بن خلف[الفصل للوصل المدرج في النقل:٢/٦٤٠]

سب سے پہلے یہ جان لیجئے کہ یہ کل چار نہیں بلکہ تین ہی سندیں ہیں کیونکہ تیسری سند میں مدائنی متروک ہی ہے۔
دوسری بات یہ جان لیجئے ان میں سے کسی بھی سند میں حمزۃ بن محمد کے استاذ کا استاذ مسلم بن ابراہیم نہیں ہے جو ایام قربانی والی روایت میں ہے۔

یعنی بلال صاحب نے صرف حمزہ کے استاذ کی جگہ أحمد بن محمد بن عیسیٰ البرقی والی تین سندیں پیش کی ہیں۔
اب جواب میں بیس (۲۰) ایسی سندیں پیش کی جارہی ہیں جن میں حمزہ کے استاذ کی جگہ مدائنی متروک ہے۔

پہلی سند:

پہلی سند تو وہی ہے جسے بلال صاحب نے تیسرے نمبر پر پیش کیا ہے کیونکہ اس میں مدائنی متروک ہی ہے۔

دوسری سند:

أخبرنا أبو أحمد حمزة بن محمد بن العباس بن الحارث، ثنا محمد بن عيسىٰ بن حسان ، ثنا شعيب بن حرب، ثنا شعبة، ثنا قتادة، عن أنس بن مالك……[أمالي ابن بشران : الجزء الأول: ص: ١٤٦]

اس میں حسان کی جگہ حیان درست لفظ ہے جیسا کہ فوائد تمام رقم ۱۲۹۷ میں ہے۔

تیسری سند:

أخبرنا أبو أحمد حمزة بن محمد بن العباس، ثنا محمد بن عيسىٰ بن حيان، ثنا عثمان بن عمر، ثنا على بن المبارك، عن أيوب السختياني، ويحيى بن أبى كثير، عن القاسم بن محمد، عن عائشة، رضى الله عنها……[أمالي ابن بشران، الجزء الأول: ص:٣١٤]

چوتھی سند:

أخبرنا أبو أحمد حمزة بن محمد بن العباس، ثنا محمد بن عيسىٰ، أنبا على بن عاصم، ثنا أبو على الرحبى، عن عكرمة، عن ابن عباس……[أمالي ابن بشران ، الجزء الثانى :ص:٥٧]

خطیب بغدای رحمہ اللہ نے بھی اسے روایت کیا ہے:

اخبرنا ابنا بشران على وعبد الملك قالا أخبرنا حمزة بن محمد بن العباس بن الفضل بن الحارث حدثنا محمد بن عيسىٰ بن حيان حدثنا على بن عاصم حدثنا أبو على الرحبى عن عكرمة عن ابن عباس……[موضح أوهام الجمع والتفريق : ١/٥٤٣]

پانچویں سند:

أخبرنا أبو أحمد بن حمزة بن محمد بن العباس، حدثنا محمد بن عیسیٰ بن حیان، حدثنا شعیب بن حرب، حدثنا سفیان الثوری، عن عبد اللّٰہ بن محمد، عن جابر بن عبد اللّٰہ......[الجزء الأول والثانی من فوائد ابن بشران: ص:۲۱۸]

چھٹی سند:

حدثنا أبو أحمد حمزة بن محمد بن العباس بن الفضل بن الحارث:حدثنا أبو عبد اللّٰہ محمد بن عیسیٰ بن حیان المدائنی المعروف بالناسکین:حدثنا سفیان بن عیینة:حدثنا عبد اللّٰہ بن أبی بکر، عن عبد الملک بن أبی بکر، عن خلاد بن السائب بن خلاد، عن أبیه......[فوائد أبی القاسم الحرفی روایة الثقفی: ص۱۷۱،۱۷۲]

ساتویں سند:

حدثنا حمزة بن محمد:حدثنا محمد بن عیسیٰ:حدثنا محمد بن الفضل:حدثنا محمد بن واسع، عن ابن سیرین، عن أبی هریرة......[فوائد أبی القاسم الحرفی روایة الثقفی: ص:۱۷۳]

آٹھویں سند:

حدثنا حمزة بن محمد:حدثنا محمد بن عیسیٰ:حدثنا شعیب بن حرب:حدثنا إبراهیم بن طهمان:حدثنا بدیل بن میسرة، عن أبی الجوزاء ، عن عائشة أم المؤمنین قالت......[فوائد أبی القاسم الحرفی روایة الثقفی: ص:۱۷۷]

نویں سند:

حدثنا حمزة بن محمد:حدثنا محمد بن عیسیٰ:حدثنا عثمان بن عمر البصری:حدثنا علی بن المبارک، عن أیوب السختیانی ویحیی بن أبی کثیر، عن القاسم بن محمد، عن عائشة رضی اللہ عنها......[فوائد أبی القاسم الحرفی روایة الثقفی: ص:۱۷۸]

دسویں سند:

حدثنا حمزة بن محمد:حدثنا محمد بن عیسیٰ:حدثنا شبابة بن سوار:حدثنا یونس، عن مجاهد، عن أبی هریرة رضی اللّٰہ عنه......[فوائد أبی القاسم الحرفی روایة الثقفی: ص:۱۸۱]

گیارہویں سند:

حدثنا حمزة بن محمد:حدثنا محمد بن عيسىٰ:حدثنا شبابة بن سوار:حدثنا يونس:أخبرنا العيزار بن حريث، حدثتنى أم حصين قالت......[فوائد أبى القاسم الحرفى رواية الثقفى: ص:١٨٣]

بارہویں سند:

حدثنا أبو أحمد حمزة بن محمد بن العباس بن الفضل بن الحارث قال حدثنا أبو عبد اللّٰه محمد بن عيسىٰ بن حيان المدائنى حدثنا سفيان بن عيينة عن الزهرى عن سالم عن أبيه

......[فوائد أبى القاسم الحرفى رواية الأنصارى: ص:٤٣]

تیرہویں سند:

حدثنا حمزة بن محمد بن العباس حدثنا محمد بن عيسىٰ بن حيان المدائنى حدثنا عيسى بن محمد المكتب أنا هبة اللّٰه الواسطى حدثنا محمد بن حجير الباهلى عن عبد الرحمن بن مالک بن مغول عن أبيه قال قال لى الشعبى......[فوائد أبى القاسم الحرفى رواية الأنصارى: ص:١٢٠]

چودھویں سند:

أخبرنا أبو القاسم :عبد الرحمٰن بن عبيد اللّٰه بن عبد اللّٰه الحرفى ببغداد حدثنا حمزة بن محمد بن العباس أخبرنا محمد بن عيسىٰ المدائنى أخبرنا سفيان بن عيينة عن الزهرى عن عروة عن عبد الرحمٰن بن عبد القارى قال:"صلى عمر رضى اللّٰه عنه......[السنن الكبرىٰ للبيهقى، ط الهند:٤٦٣/٢]

پندرہویں سند:

أخبرنا القاضى أبو بكر أحمد بن الحسن بن أحمد الحرشى، بنيسابور، قال:حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب الأصم.وأخبرنا على بن محمد بن عبد اللّٰه المعدل، قال:أخبرنا محمد بن عمرو بن البخترى الرزاز، وأخبرنا عبد الرحمن بن عبيد اللّٰه الحربى، قال:حدثنا حمزة بن محمد بن العباس.وأخبرنا الحسن بن أبى بكر بن شاذان، قال:أخبرنا مكرم بن أحمد القاضى، قالوا:حدثنا محمد بن عيسىٰ بن حيان المدائنى، قال:حدثنا محمد بن الفضل، هو ابن عطية، قال:حدثنا عبد اللّٰه بن مسلم، عن ابن بريدة، عن أبيه......[تاريخ بغداد للخطيب:٤٥١/١]

سولہویں سند:

أخبرنا ابن رزق أنا حمزة بن محمد الدهان ثنا محمد بن عيسىٰ بن حيان المدائنى فى سنة

ثلاث وسبعين ومائتين......[السابق واللاحق :ص:۲۹۱]

سترہویں سند:

أخبرنا أبو الحسن بن قريش قال أخبرنا أبو القاسم عبد الرحمٰن بن عبيد الله الحربى قال أخبرنا حمزة بن محمد قال حدثنا محمد بن عيسىٰ المدائنى قال حدثنا أبو زكريا يحيى بن إسحاق قال حدثنا عبد الوارث قال أخبرنا أبو عصام عن أنس بن مالك رضى الله عنه......[مشيخة قاضى المارستان:۱۰۰۶/۲]

اٹھارہویں سند:

أخبرنا أبو الحسن بن قريش قال أخبرنا أبو القاسم عبد الرحمٰن الحرفى السمسار قال أخبرنا حمزة بن محمد قال حدثنا محمد بن عيسىٰ المدائنى قال حدثنا سفيان بن حرب قال حدثنا شعبة بن الحجاج قال حدثنا محل الضبى قال سمعت عدى بن حاتم......[مشيخة قاضى المارستان :۱۰۰۷/۲]

انیسویں سند:

أخبرنا أحمد، قال:أخبرنا عبد العزيز بن جعفر، قال:أخبرنا حمزة بن محمد، قال:ثنا محمد بن عيسىٰ المدائنى قال: تعلق شاب بأستار الكعبة......[مثير العزم الساكن لابن الجوزى:۱۷/۲]

بیسویں سند:

أخبرنا أبو القاسم عبدالرحمٰن بن عبيدالله بن محمد بن الحسين الحربى أخبرنا حمزة بن محمد بن العباس حدثنا محمد بن عيسىٰ بن حبان المدائيينى حدثنا يزيد بن هارون أخبرنا سفيان بن سعيد الثورى عن مزاحم بن زفر عن مجاهد عن أبى هريرة ......[المتفق والمفترق:۳۲۳/۳]

صرف ان بیس سندوں پر اکتفاء کرتے ہیں ورنہ اس طریق سے اور بھی سندیں ہیں۔

اگر صرف تین سندوں میں حمزہ کے استاذ برقی آ جائیں تو بلال صاحب کے نزدیک یہ دلیل ہے کہ قربانی والی سند میں بھی یہی ہیں تو ملاحظہ فرمائیں بیسوں سندوں میں حمزہ کا استاذ مدائنی متروک آ رہا ہے پھر تو یہ بلال صاحب ہی کے اصول سے زبردست دلیل ہوگی کہ قربانی والی سند میں بھی مدائنی متروک ہی ہے۔

بلال صاحب آخر میں لکھتے ہیں:

پھر " **المشيخة البغداديه** " کی سند نازل اور امالی ابن بشران کی سند عالی ہے۔خود سنابلی صاحب لکھتے ہیں کہ

عالی سند کو ترجیح دی جائے گی۔(انوارالبدر:ص۴۶۰) (چار دن قربانی؟ص:۵۴)

پہلی بات تو یہ کہ شیخ سنابلی نے یہ بات حفظ سے متعلق کہی ہے کتابت کی غلطی سے متعلق نہیں۔کیونکہ وہاں راوی نے خود حافظہ میں شک کا اظہار کیا ہے۔

جبکہ یہاں کسی راوی نے شک کا اظہار نہیں کیا ہے،اس لئے یہاں غلطی راوی کی طرف سے نہیں بلکہ کاتب کی طرف سے ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہاں دونوں کتابوں کی سند یکساں طبقات والی ہے۔

امالی ابن بشران کی سند یوں ہے:

أخبرنا أبو أحمد حمزة بن محمد بن العباس بن الحارث، ثنا أحمد بن محمد بن عيسىٰ، ثنا مسلم، ثنا هشام، وشعبة، قالا:ثنا قتادة، عن أنس، قال:"الذبح بعد النحر يومين" [أمالی ابن بشران الجزء الأول :حديث نمبر:٤٣٤ ص:١١٨] اور"**المشيخة البغداديه**"والی سند یوں ہے:

أخبرنا أبو أحمد حمزة بن محمد بن العباس بن الحارث، نا محمد بن عيسىٰ بن حيان المدائني، نا مسلم بن إبراهيم، نا هشام وشعبة، قالا:نا قتادة، عن أنس، قال:"الذبح بعد النحر بيومين"[مشيخة المحدثين البغدادية لأبى طاهر السلفى :ج:١،ص:٣٤٣،رقم:٧٠٧]

اورابوطاہر السّلفی(م۵۷۶) ہی دونوں جگہ نسخوں کے راوی ہیں،پھر عالی اور نازل کی بات کہاں سے آ گئی؟

نیز حافظ زبیر علی زئی صاحب مسند احمد کی روایت میں کتابت کی غلطی بتا کر ابن الجوزی کی کتاب سے اس کی تصحیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:اس حدیث میں "**هذه على هذه**" یعنی دودفعہ "**هذه**" آیا ہے،جو کہ مسند احمد کے مطبوعہ نسخہ میں دوجگہ چھپنے سے رہ گیا ہے،لیکن حافظ ابن الجوزی کی امام احمد تک سند بالکل صحیح ہے۔(مقالات:۶/۱۰۰)

کیا خیال ہے؟ کیا ابن الجوزی کی سند مسند احمد کی سند کے مقابلے میں عالی ہے؟

بلال صاحب نے آگے "**المحلى لابن حزم**" سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا ہے اور خود ہی گمان کیا ہے کہ اگر یہ ابن ابی شیبہ کی کتاب سے نقل ہو۔

عرض ہے کہ جب اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ امام ابن حزم نے ابن ابی شیبہ کی کتاب سے نقل کیا ہے تو محض گمان سے تو کچھ نہیں ہوتا۔

بلال صاحب نے اس کے بعد مرفوع روایات پر بحث کی ہے لیکن راقم الحروف نے مرفوع روایات پر بحث آیات کے بعد ہی پیش کر دی ہے۔والحمدللہ رب العالمین۔

(قسط دوم)

امام بخاری رحمہ اللہ اور صحیح بخاری پر تبلیغی اعتراضات کا جائزہ

کفایت اللہ سنابلی

پہلی قسط میں ان اعتراضات کے جوابات دیئے جاچکے ہیں جن میں صحیح بخاری کے رجال پر الزامات لگائے گئے تھے اس کے بعد معترض نے امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراضات کیے ہیں جس کے جوابات پیش خدمت ہیں:

اعتراض:

اب آپ بخاری شریف میں جو غلطیاں ہیں وہ ملاحظہ فرمادیں:

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول کو حدیث رسول ﷺ بنا کر پیش کیا۔[بخاری: ج ۱، ص: ۲۹۳، مقدمہ فتح الباری: ج: ۲، ص: ۱۱۹]

جواب:

معترض کا یہ بہت بڑا جھوٹ ہے۔ نہ تو امام بخاری رحمہ اللہ نے ایسی کوئی غلطی کی ہے اور نہ ہی مقدمہ فتح الباری میں ایسی کوئی بات ہے۔

سب سے پہلے صحیح بخاری سے متعلقہ حدیث ملاحظہ ہو:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

حدثنا عبد اللّٰه بن يوسف: أخبرنا مالك، عن حميد، عن أنس بن مالك رضى اللّٰه عنه، أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن بيع الثمار حتى تزهي، فقيل له: وما تزهي؟ قال: حتى تحمر. فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "أرأيت إذا منع اللّٰه الثمرة، بم يأخذ أحدكم مال أخيه".

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ہم کو امام مالک نے خبر دی، انہیں حمید نے اور انہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کو زہو سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ زہو کسے کہتے ہیں تو جواب دیا کہ سرخ ہونے کو۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم ہی بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھلوں پر کوئی آفت آجائے، تو تم اپنے بھائی کا مال آخر کس چیز کے بدلے لوگے؟[صحیح البخاری: ۷۷/۳، رقم: ۲۱۹۸]

اس حدیث میں جو بات ہے اسے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مکمل اللہ کے رسول ﷺ سے روایت کیا ہے۔

لیکن معترض کا اعتراض ہے کہ اس حدیث کا آخری حصہ اللہ کے نبی ﷺ کا کلام نہیں بلکہ انس رضی اللہ عنہ کا کلام

ہے۔اورامام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کونقل کرتے ہوئے غلطی کی اورانس رضی اللہ عنہ کےقول کواللہ کے نبی ﷺ کاقول بنادیا۔

عرض ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کواپنے استاذ کے واسطہ سے امام مالک کی سند سے روایت کیا ہے اورامام مالک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مؤطا میں یہ حدیث اسی طرح مرفوعاً درج کی ہے،ملاحظہ ہو:

مؤطا مالک کے الفاظ ہیں:

عن حميد الطويل، عن أنس بن مالك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم:"نهى عن بيع الثمار حتى تزهي ، فقيل له:يا رسول الله وما تزهي؟ فقال:حين تحمر ، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:أرأيت إذا منع الله الثمرة فبم يأخذ أحدكم مال أخيه"؟

امام مالک نے خبر دی،انہیں حمید نے اورانہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کو زہو سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔تو کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ زہو کسے کہتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سرخ ہونے کو۔پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم ہی بتاؤ، کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھلوں پرکوئی آفت آجائے،توتم اپنے بھائی کامال آخرکس چیز کے بدلے لوگے؟[موطأ مالك ت عبد الباقي:٢/٦١٨]

قارئین کرام!آپ نے دیکھ لیا کہ امام مالک کی کتاب مؤطا میں بھی یہ حدیث اسی سند ومتن کے ساتھ مرفوعاً موجود ہے۔

یعنی امام مالک رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق بھی اس حدیث کوانس رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے۔

یہ اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ اس حدیث میں مذکور بات کوامام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی غلطی سے حدیث رسول ہرگزنہیں بنایا بلکہ یہ حدیث پہلے سے ہی اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کی ہے جیسا کہ مؤطا کا حوالہ گزرا اورامام مالک ہی کے واسطہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے صحیح بخاری میں درج کیا ہے۔

اب اگراس حدیث میں مذکور بات صرف انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے نہ کہ اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث تو احناف کے اصول سے یہ غلطی امام بخاری رحمہ اللہ کی نہیں بلکہ امام مالک رحمہ اللہ کی ہے جوائمہ اربعہ میں سے ایک امام ہیں۔

اب احناف بتلائیں کہ اگرصحیح بخاری میں منقول اس حدیث میں مرفوع کی صراحت امام بخاری کی طرف سے ہے تو امام بخاری سے پہلے یہ حدیث مرفوع کی صراحت ہی کے ساتھ اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب مؤطا میں درج کی ہے توامام بخاری سے پہلے امام مالک رحمہ اللہ نے یہ غلطی کی ہے؟

امام بخاری رحمہ اللہ نے توحدیث کو ویسے ہی درج کیا ہے جیسے انہوں نے امام مالک کے طریق سے سنا ہے۔لہٰذا

اگر بالفرض اس میں غلطی ہے تو یہ غلطی امام بخاری کی نہیں بلکہ امام مالک کی ہے۔

اب احناف جرأت کریں اور کہیں کہ یہ غلطی امام مالک کی ہے۔

واضح رہے کہ یہ غلطی امام مالک رحمہ اللہ کی بھی نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث اسی طرح ثابت ہے جس طرح امام مالک نے روایت کیا اور امام مالک کے طریق سے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں امام مالک نے بھی غلطی نہیں کی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ کئی رواۃ نے امام مالک کی متابعت بھی کی ہے۔ چنانچہ:

سلیمان بن بلال کی متابعت:

ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی (المتوفی ۳۱۶) نے کہا:

5639حدثنا محمد بن معاذ بن يوسف المروزى، وسألته، قال: حدثنا خالد بن مخلد، قال: حدثنا سليمان بن بلال، قال: حدثنى حميد الطويل، عن أنس بن مالك، أن النبى صلى الله عليه وسلم: ''نهى عن بيع ثمر النخل حتى يزهو'' فقيل: يا رسول الله، وما يزهو؟'' حتى تحمار، أو تصفار'' قال: وقال: ''أرأيت إن منع الله الثمرة، بم تستحل مال أخيك؟'' [المسند الصحيح المخرج على صحيح مسلم لأبى عوانة: ۲۹۱/۱۲]

یحییٰ بن ایوب کی متابعت:

ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۱) نے کہا:

حدثنا فهد، قال: ثنا عبد الله بن صالح، قال: حدثنى الليث، قال: حدثنى يحيى بن أيوب، عن حميد الطويل، عن أنس بن مالك، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ''لا تتبايعوا الثمار حتى تزهو. قلنا يا رسول الله: وما تزهو؟ قال تحمر أو تصفر، أرأيت إن منع الله الثمرة؟ بم يستحل أحدكم مال أخيه'' [شرح معانى الآثار: ۲٤/٤]

یہ آخری متابعت احناف کے محدث امام طحاوی نے روایت کی ہے اب اگر یہ غلط ہے تو کیا احناف یہ اعلان کرنے کے لیے تیار ہیں کہ ان کے محدث امام طحاوی نے بھی انس رضی اللہ عنہ کے قول کو اللہ کے نبی ﷺ کا قول بنا دیا؟

الغرض یہ کہ مذکورہ حدیث میں نہ امام بخاری نے غلطی کی ہے اور نہ ہی امام مالک نے بلکہ یہ حدیث اسی طرح مرفوعاً ثابت ہے۔

رہی بات یہ کہ بعض روایات میں اس حدیث کا آخری ٹکڑا انس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے یہ بات موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح ثابت ہے۔ کیونکہ رفع والی روایت بھی امام مالک کے ساتھ کئی رواۃ نے بیان کی ہے۔ کما مضٰی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قلت وليس فی جميع ما تقدم ما يمنع أن يكون التفسير مرفوعا لأن مع الذی رفعه زيادة على ما عند الذی وقفه وليس فی رواية الذی وقفه ما ينفی قول من رفعه"

''میں کہتا ہوں کہ ماقبل میں ذکر کردہ باتیں اس بات سے مانع نہیں ہیں کہ یہ تفسیر مرفوعاً بھی ثابت ہو کیونکہ جس نے مرفوعاً بیان کیا ہے اس کے پاس ایسی اضافی چیز ہے جو موقوف بیان کرنے والے کے پاس نہیں ہے۔ اور موقوف روایت میں مرفوع روایت کے منافی کوئی بات نہیں ہے'' [فتح الباری لابن حجر: ۳۹۹/٤]

اعتراض:

امام بخاری نے غلطی سے حضرت زینب رضی اللہ عنہ کا ایک مشہور واقعہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کیا۔ [بخاری: ج: ۲، ص: ۷۹۳]

جواب:

یہ واقعہ اسی طرح صرف امام بخاری نے ہی نہیں روایت کیا ہے بلکہ امام مسلم، اور مختصراً سنن اربعہ کے مصنفین نے بھی روایت کیا ہے یعنی یہ واقعہ اسی طرح کتب ستہ کی ہر کتاب میں موجود ہے۔

اب اگر یہ غلط ہے تو معترض صرف امام بخاری رحمہ اللہ پر کیوں برس رہا ہے اسے چاہیے وہ اعلان کرتا پھرے کہ یہ واقعہ بیان کرنے میں کتب ستہ کے ہر مصنف نے غلطی کی ہے!

حقیقت یہ ہے کہ یہ غلطی نہ امام بخاری کی ہے نہ ہی کتب ستہ کے دوسرے مصنفین کی بلکہ یہ دو الگ الگ واقعات ہیں، حفصہ رضی اللہ عنہا والا واقعہ پہلے ہوا ہے اس وقت کسی آیت کے نزول کا ذکر نہیں ہے جبکہ زینب رضی اللہ عنہا والا واقعہ بعد میں ہوا ہے اور اسی واقعہ کے وقت سورۃ التحریم کی آیت نازل ہوئی یعنی یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں جنہیں معترض نے ایک واقعہ سمجھ کر دونوں کو ایک دوسرے کے خلاف بتلا دیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری میں یہی وضاحت کی ہے کہ یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں۔ دیکھئے:

[فتح الباری لابن حجر: ۳۷٦/۹]

اورامام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی ان دونوں واقعات کو الگ الگ تسلیم کیا ہے۔دیکھئے:[تفسیر ابن کثیر /دار طیبة :۱٦۲/۸]

بلکہ احناف کے علامہ عینی رحمہ اللہ نے بھی بخاری کی شرح میں ان دونوں واقعات کو الگ الگ تسلیم کیا ہے۔ دیکھئے:[عمدة القاری شرح صحیح البخاری:۲٤٤/۲۰]

خلاصہ یہ کہ یہ دو الگ الگ واقعات ہیں اور دونوں صحیح ہے ۔لہٰذا ان دونوں کو ایک سمجھ کر بخاری کی روایت پر اعتراض باطل ہےاور یہ واضح رہے کہ یہی حدیث کتب ستہ کی ہر کتاب میں موجود ہے۔

اعتراض:

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نام سے روایت کی۔[بخاری: ج: ۲، ص: ٤۸۹ ،بخاری :ج :۲، ص: ۷]

جواب:

صحیح بخاری میں ہے:

حدثنا محمد بن كثير، أخبرنا إسرائيل، أخبرنا عثمان بن المغيرة، عن مجاهد، عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما، قال:قال النبی صلی اللّٰه عليه وسلم:"رأيت عيسٰی وموسٰی وإبراهيم، فأما عيسٰی فأحمر جعد عريض الصدر، وأما موسٰی، فآدم جسيم سبط كأنه من رجال الزط"

ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا ہم کو اسرائیل نے خبر دی، کہا ہم کو عثمان بن مغیرہ نے خبر دی، انہیں مجاہد نے اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"میں نے عیسیٰ، موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔عیسیٰ علیہ السلام نہایت سرخ گھونگھریالے بال والے اور چوڑے سینے والے تھے اور موسیٰ علیہ السلام گندم گوں دراز قامت اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے کوئی قبیلہ زط کا آدمی ہو"[صحیح البخاری :۱٦٦/٤]

صحیح بخاری میں یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے درج ہے جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

لیکن صحیح بخاری کے نسخہ میں یہ غلطی امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ اس نسخہ کے راوی یا ناسخ کی طرف سے ہے۔

امام ابوذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فقال كذا وقع فی جميع الروايات المسموعة عن الفربری مجاهد عن بن عمر قال ولا

أدری أھکذا حدث به البخاری أو غلط فیه الفربری"

"فربری کی مسموعات میں یہ روایت "**مجاھد عن ابن عمر**" ہی کے الفاظ میں ہےاور میں نہیں جانتا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی طرح بیان کیا ہے یا غلطی یہ صحیح بخاری کے نسخہ کو نقل کرنے والے فربری سے ہوئی ہے" [فتح الباری لابن حجر :٦/ ٤٨٥]

غور کریں اس کتاب کے راوی امام ابوذر رحمہ اللہ بھی اسے امام بخاری رحمہ اللہ کی غلطی ماننے میں متردد ہیں اور یہ امکان بتلا رہا ہے کہ یہ غلطی امام فربری سے بھی ہوسکتی ہے۔

عرض ہے کہ صحیح بات یہی ہے کہ یہ غلطی امام فربری کی نہیں بلکہ صحیح بخاری کے نسخہ کے راوی کی ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے مجاہد کے طریق معنوی طور پر یہی حدیث دوسرے مقام پر روایت کی ہےاور وہاں ابن عمر رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی کا ذکر ہے۔ چنانچہ:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

حدثنا محمد بن المثنی، قال: حدثنی ابن أبی عدی، عن ابن عون، عن مجاھد، قال: کنا عند ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما، فذکروا الدجال أنه قال: مکتوب بین عینیه کافر، فقال ابن عباس: لم أسمعه ولکنه قال: أما موسی کأنی أنظر إلیه إذ انحدر فی الوادی یلبی" [صحیح البخاری: ٢/ ١٣٩]

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ سے یہ غلطی بہت بعید ہے۔

نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک اور دلیل سے بھی واضح کیا ہے کہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی غلطی نہیں ہوسکتی۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ثم رأیته فی مستخرج الإسماعیلی من طریق أبی أحمد الزبیری عن إسرائیل وقال فیه عن بن عباس ولم یتعقبه کعادته واستدللت بذلک علی أن الوھم فیه من غیر البخاری واللّٰہ أعلم"

"پھر میں نے مستخرج اسماعیلی میں ابواحمد الزبیری عن اسرائیل کے طریق سے یہی روایت دیکھی اس میں عن ابن عباس ہی ہےاور یہاں پر امام اسماعیلی نے اپنی عادت کے مطابق کوئی تعاقب نہیں کیا ہے، اس سے میرا استدلال یہ ہے کہ اس روایت میں وہم امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی جانب سے ہے" [مقدمة فتح الباری لابن حجر: ص:٣٦٦]

خلاصہ یہ کہ صحیح بخاری میں یہ غلطی امام بخاری کی طرف سے نہیں ہے بلکہ ان کی کتاب نقل کرنے والے کی طرف سے ہے اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

بھلا بتلائیے کہ ایک مصنف کی کتاب کی بات نقل کرنے والے یا اسے لکھنے والے کاتب یا ٹائپنگ کرنے والے سے کوئی غلطی ہو جائے تو کیا اسے اصل مصنف کی غلطی مانا جائے گا؟

نیز یہ غلطی بھی کوئی ایسی غلطی نہیں ہے جس سے اصل حدیث پر کوئی فرق پڑ رہا ہو لیکن معترض نے یہ اعتراض تبلیغیوں کی کتاب فضائل اعمال پر اعتراض کے جواب میں اٹھایا ہے۔ بھلا بتلائیے کہ فضائل اعمال میں جھوٹی اور من گھڑت باتوں کا ہونا اور صحیح بخاری کی کسی سند کے ایک راوی کا نام لکھنے میں غلطی ہو جانا ان دونوں میں کیا مناسبت ہے؟ اللہ رب العالمین سمجھ وہدایت عطا فرمائے آمین۔

اعتراض:

امام بخاری نے مدینہ کے ایک مشہور واقعہ کو مکہ کا واقعہ قرار دیا۔[بخاری :ج: ۲، ص: ۱۳۹]

جواب:

ہم نے اس روایت کے سلسلے میں پوری بحث اپنی کتاب حدیث ''یزید محدثین کی نظر میں :ص:۸۳تا ص:۹۵'' پر کی ہے۔ تفصیل کے لیے اس کی طرف مراجعت کی جائے، ذیل میں مختصرا جواب پیش خدمت ہے:

صحیح بخاری میں یہ روایت مسند نہیں بلکہ تعلیقاً ہے۔ ملاحظہ ہو:

''وزاد أسباط، عن منصور، فدعا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فسقوا الغيث، فأطبقت عليهم سبعا، وشكا الناس كثرة المطر، قال:اللهم حوالينا ولا علينا فانحدرت السحابة عن رأسه، فسقوا الناس حولهم''[صحيح البخاری:۳۰/۲]

ملاحظہ فرمائیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو اپنی مکمل سند کے ساتھ ذکر نہیں کیا ہے بلکہ تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ اور اس طرح کی روایات امام بخاری کی کتاب صحیح بخاری کا اصل حصہ نہیں ہوتی ہے۔ اس بارے میں مفصل معلومات کے لیے دیکھیے :''میری کتاب: حدیث یزید محدثین کی نظر میں :ص:۸۵تا۸۹''

اور صحیح بخاری میں جو روایات سند کے ساتھ نہیں ہیں بلکہ تعلیقاً ہیں چونکہ وہ کتاب صحیح بخاری کا اصل حصہ نہیں ہیں اس لیے وہ صحیح بھی ہو سکتی ہیں اور ضعیف بھی۔ اس لیے اگر ان میں سے کوئی روایت ضعیف ہو تو اس کے ذمہ دار امام بخاری رحمہ اللہ نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے معلق روایات کی صحت کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔

معترض نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے جس طرح بیان کیا ہے اسی طرح وہ روایت دوسری کتب میں سند کے ساتھ موجود ہے۔ چنانچہ:

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۵۸) نے کہا:

أخبرنا أبو عبد اللّٰه الحافظ حدثنا أبو العباس: محمد بن يعقوب حدثنا محمد بن عبيد بن عتبة حدثنا على بن ثابت أخبرنا أسباط بن نصر عن منصور عن أبى الضحى عن مسروق عن ابن مسعود قال: لما رأى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من الناس إدبارا قال: اللهم سبع كسبع يوسف. فأخذتهم سنة حتى أكلوا الميتة والجلود والعظام فجاءه أبو سفيان وناس من أهل مكة فقالوا: يا محمد إنك تزعم أنك بعثت رحمة وإن قومك قد هلكوا فادع اللّٰه لهم فدعا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فسقوا الغيث فأطبقت عليهم سبعا وشكى الناس كثرة المطر فقال: اللهم حوالينا ولا علينا. فانحدرت السحابة عن رأسه قال فأسقى الناس حولهم [السنن الكبرىٰ للبيهقى، ط الهند: ۳/۳۵۲]

غور فرمائیے اسباط بن نصر کی جس روایت کو جن الفاظ کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ نے درج کیا ہے یہ روایت ٹھیک انہی الفاظ کے ساتھ اسباط بن نصر ہی کے طریق سے سنن بیہقی میں موجود ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس روایت میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی طرف سے کوئی تبدیلی نہیں کی ہے بلکہ اسے اسباط بن نصر نے ایسے ہی بیان کی ہے اور ان کی بیان کردہ بات کو اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کر دیا ہے۔

اب اگر اس روایت میں کوئی غلطی ہے تو وہ اسباط بن نصر کی ہے امام بخاری رحمہ اللہ کی نہیں۔ اس لیے معترض کو چاہیے کہ دوسرے راوی کی غلطی کو امام بخاری رحمہ اللہ کے سر نہ ڈالے۔

اگر کسی راوی کی غلط روایت کو نقل کرنے والا بھی غلط کہلاتا ہے تو پھر صحیحین کے علاوہ حدیث کی تمام کتب میں ضعیف و غلط روایات موجود ہیں تو کیا یہ غلطی ان کی مصنفین کی بھی مانی جائے گی؟

بہر حال یہ غلطی امام بخاری رحمہ اللہ کی نہیں بلکہ اسباط بن نصر کی ہے اس لیے اسے امام بخاری رحمہ اللہ کی غلطی بتلانا بہت بڑا ظلم ہے۔

نیز یہاں بھی یہ بات واضح رہے کہ اسباط بن نصر سے بھی جو غلطی ہوئی ہے وہ صرف جائے واقعہ بتلانے میں ہوئی ہے اصل واقعہ میں اور اللہ کے نبی ﷺ کی بات نقل کرنے میں کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے۔

اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ اسباط بن نصر سے بھی غلطی نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ دو واقعہ دو مقامات پر ہوا ہے۔

صحیح بخاری کے شارح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے :[فتح الباری لابن حجر :۲/۵۱۲]۔ نیز دیکھئے میری کتاب: (حدیث یزید محدثین کی نظر میں :ص:۹۲تا۹۵)

اعتراض:

امام بخاری نے ام رومان کو مسروق کا استاد بنا دیا جبکہ وہ مسروق کے آنے سے کئی سال پہلے فوت ہو چکی تھیں۔
[بخاری: ج: ۱، ص: ٤٧٩]

جواب:

سب سے پہلے بخاری کی یہ روایت دیکھیں:

امام بخاری رحمہ اللہ(المتوفی۲۵٦) نے کہا:

حدثنا محمد بن سلام، أخبرنا ابن فضيل، حدثنا حصين، عن شقيق، عن مسروق، قال: سألت أم رومان، وهى أم عائشة، عما قيل فيها ما قيل، قالت: بينما أنا مع عائشة جالستان، إذ ولجت علينا امرأة من الأنصار، وهي تقول: فعل الله بفلان وفعل، قالت: فقلت: لم؟ قالت: إنه نمى ذكر الحديث، فقالت عائشة: أى حديث؟ فأخبرتها. قالت: فسمعه أبو بكر ورسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قالت: نعم، فخرت مغشيا عليها، فما أفاقت إلا وعليها حمى بنافض، فجاء النبى صلى الله عليه وسلم، فقال: ما لهذه قلت: حمى أخذتها من أجل حديث تحدث به، فقعدت فقالت: والله لئن حلفت لا تصدقوني، ولئن اعتذرت لا تعذروني، فمثلي ومثلكم كمثل يعقوب وبنيه، فالله المستعان على ما تصفون، فانصرف النبى صلى الله عليه وسلم، فأنزل الله ما أنزل، فأخبرها، فقالت: بحمد الله لا بحمد أحد.

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا کہا ہم کو محمد بن فضیل نے خبر دی کہا ہم سے حصین نے بیان کیا ان سے سفیان نے ان سے مسروق نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو بہتان تراشا گیا تھا اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک انصاریہ عورت ہمارے یہاں آئی اور کہا کہ اللہ فلاں (مسطح بن اثاثہ) کو تباہ کر دے اور وہ اسے تباہ کر بھی چکا

انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں انہوں نے بتایا کہ اسی نے تو یہ جھوٹ مشہور کیا ہے۔ پھر انصاریہ عورت نے (عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا سارا) واقعہ بیان کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اپنی والدہ سے) پوچھا کہ کون سا واقعہ؟ تو ان کی والدہ نے انہیں واقعہ کی تفصیل بتائی۔ عائشہ نے پوچھا کہ کیا یہ قصہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کو بھی معلوم ہو گیا ہے؟ ان کی والدہ نے بتایا کہ ہاں۔ یہ سنتے ہی عائشہ رضی اللہ عنہا بے ہوش ہو کر گر پڑیں اور جب ہوش آیا تو جاڑے کے ساتھ بخار چڑھا ہوا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ انہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ ایک بات ان سے ایسی کہی گئی تھی اور اسی کے صدمے سے ان کو بخار آ گیا ہے۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہا اللہ کی قسم! اگر میں قسم کھاؤں جب بھی آپ لوگ میری بات نہیں مان سکتے اور اگر کوئی عذر بیان کروں تو اسے بھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ بس میری اور آپ لوگوں کی مثال یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کی سی ہے (کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کی من گھڑت کہانی سن کر فرمایا تھا کہ) جو کچھ تم کہہ رہے ہو میں اس پر اللہ ہی کی مدد چاہتا ہوں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ واپس تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کو جو کچھ منظور تھا وہ نازل فرمایا۔ جب نبی کریم ﷺ نے اس کی خبر عائشہ رضی اللہ عنہا کو دی تو انہوں نے کہا کہ اس کے لیے میں صرف اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کسی اور کا نہیں۔ [صحیح البخاری: ۱۵۰/۴]

اس حدیث کی سند میں ہے کہ مسروق نے ام رومان سے سوال کیا ہے، معترض کو اس پر اعتراض یہ ہے کہ مسروق یہاں ام رومان سے کیسے سوال کر سکتے ہیں جبکہ وہ ام رومان کی وفات کے بعد پیدا ہوئے ہیں یعنی ام رومان کے وہ شاگرد ہی نہیں ہے۔

جواباً عرض ہے کہ اگر اس سند میں مسروق کا ام رومان کا شاگرد ہونا خلاف واقعہ ہو تو معترض اس بات کی صحیح دلیل پیش کرے کہ مسروق کی پیدائش ام رومان کی وفات کے بعد ہوئی ہے۔

معترض نے جھوٹا دعویٰ پیش کر کے ایک سچی بات کو غلط کہنے کی جرأت کی ہے اسے کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

دراصل واقدی کذاب وغیرہ نے پتہ نہیں کہاں سے یہ بے سر پیر کی بات اڑا دی ہے کی ام رومان کا انتقال اللہ کے نبی ﷺ کے زمانے میں ہی ہو گیا تھا۔ اسی کذاب وغیرہ کی بات کو بنیاد بنا کر معترض نے اتنا بڑا دعویٰ کر دیا کہ مسروق کی پیدائش ام رومان کی وفات کے بعد ہوئی ہے۔

عرض ہے کہ اس طرح کی بات واقدی وغیرہ نے کہی ہے اور واقدی کذاب ہے جیسا کہ مکمل تفصیل میں نے اپنی کتاب ''یزید بن معاویہ'' میں پیش کی ہے۔

اس لیےاس واقدی کذاب وغیرہ کی یہ بات سرے سے ہی غلط ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ بعض لوگوں نے ام رومان کی وفات مسروق کی پیدائش سے پہلے بتائی ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے مردود قرار دیا ہے۔چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی رجال والی کتاب میں فرماتے ہیں:

”وروی علی بن زید عن القاسم ماتت أم رومان زمن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وفیہ نظر وحدیث مسروق أسند“

اورعلی بن زید نے قاسم سے نقل کیا کہ ام رومان اللہ کے نبی ﷺ کے زمانہ میں وفات پا گئیں۔اوراس بات میں محل نظر(یعنی غلط)ہے۔اورمسروق کی حدیث متصل ہے۔[التاریخ الأوسط للبخاری ت زائد: ۳۸/۱]

امام بخاری رحمہ اللہ نے جس روایت کو غلط کہا ہے اسے بیان کرنے والا علی بن زید ہے یہ بھی ضعیف ومجروح راوی ہے جیسا کہ میری کتاب ”یزید بن معاویہ“ میں تفصیل موجود ہے۔

الغرض یہ کہ یہ بنیاد ہی جھوٹی ہے کہ ام رومان کی وفات مسروق کی پیدائش سے پہلے ہوئی ہے اس لیے جھوٹی بات کو بنیاد بنا کر صحیح بخاری کی متصل اور مصرح بالسماع روایت پر کلام کرنا بہت بڑی جہالت ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ معترض نے صحیح بخاری کی اس حدیث کے لیے صحیح بخاری کے جس درسی نسخہ کا حوالہ دیا ہے اسی نسخہ میں جہاں یہ حدیث ہے وہاں ام رومان نام پر حاشیہ نمبر ۸ ڈال کر خود حنفی عالم نے یہ وضاحت کر رکھی ہے کہ یہاں یہ اعتراض درست نہیں ہے کہ مسروق نے ام رومان سے نہیں سنا۔چنانچہ حنفی عالم نے حاشیہ میں خود اس اعتراض کو غلط قرار دینے کے بعد لکھا:

”فالحدیث متصل وھوالراجح“

”یعنی یہ حدیث متصل ہے یہی راجح ہے“ دیکھیے:[صحیح بخاری درسی نسخہ :ص :٤٧٩]

افسوس ہے کہ معترض نے یہ اعتراض جڑ کر صحیح بخاری کے اس صفحہ کا حوالہ جڑ دیا لیکن اسی صفحہ پر اسی کے عالم نے اس اعتراض کا جو جواب دیا ہے اس سے آنکھیں بند کر لیں۔

یہ تھے وہ اعتراضات جن میں معترض نے امام بخاری رحمہ اللہ کی غلطی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان اعتراضات میں کوئی ایک اعتراض بھی درست نہیں ہے اور سچائی یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان مقامات پر کوئی غلطی نہیں کی بلکہ جاہل معترض نے صرف اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔

جاری ہے..................

ترکی، شریفی اور سعودی عہد حکومت میں حج

صلاح الدین سنابلی

اس مضمون میں سرزمین حجاز پر گزرے ہوئے تین ادوار کی جھلک دکھائی گئی ہے۔اس کے ذریعہ قاری تینوں ادوار کے درمیان موازنہ کرکے یہ جان سکتے ہیں کہ کون سا دور حجاج کرام اور وہاں کی عوام کے لیے بہتر ہے۔

حجاز میں جب ترکوں کی حکومت تھی۔ ۱۹۰۸ء میں سلطان عبدالحمید وہاں کے حاکم تھے۔تو اس وقت جو عازمین حج بحری جہاز کے ذریعہ کامران پہنچتے تو انہیں وہاں دس دنوں کے لیے اتار دیا جاتا تھا۔وہاں پر ڈاکٹر تمام مردوں عورتوں کو قطار میں کھڑا کرکے ان کی آنکھوں کا معائنہ کرتا تھا۔اسلام میں چونکہ کوئی غیر محرم آدمی کسی عورت کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا ہے۔اس لیے ہندوستان کی بعض عورتوں نے ڈاکٹر کو منہ دکھانے سے انکار کردیا۔اس کی وجہ سے ڈاکٹر نے ان کا پانی بند کردیا، دوسرے دن ان عورتوں نے مجبور ہوکر چہرہ کھول کر اپنی آنکھوں کا معائنہ کروایا۔حالانکہ جب حج کرنے والوں میں مرد عورت دونوں ہوتے ہیں تو دونوں کے الگ الگ ڈاکٹر ہونے چاہئے تھے۔تاکہ مردوں کا معائنہ مرد ڈاکٹر کرے اور عورتوں کا معائنہ عورت ڈاکٹر کرے۔

اسی طرح عازمین حج کے لیے اس وقت کا یہ اصول بھی پریشان کن تھا کہ اگر کسی قافلہ میں کوئی مرد یا عورت بیمار ہوجاتی تو اس کو شفاخانہ منتقل کردیا جاتا اور مریض کے ساتھ کسی کو رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔مریضوں کو روک لیا جاتا تھا، صحت مندوں کو جدہ روانہ کردیا جاتا تھا۔اگر مریضوں میں سے کوئی مرجاتا تو اس کو وہیں کامران میں دفن کردیا جاتا تھا اور ورثاء کو کچھ خبر بھی نہیں دی جاتی تھی۔اور اگر مریض ٹھیک ہوجاتا تھا تو بعد میں اس کو جدہ بھیج دیا جاتا تھا۔

اسی طرح ترکی اور شریفی دونوں عہد میں چوری، ڈکیتی، رہزنی اور قتل وغارت گری عام تھی۔منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کا سفر پرخطر تھا۔حاجیوں کے قافلوں کو لوٹ لیا جاتا تھا۔مزدلفہ کی رات میں چور حاجیوں کا سامان چوری کرلیتے تھے۔اسی طرح مکہ اور مدینہ کا راستہ بھی بہت خطرناک تھا۔کوئی بھی قافلہ مکہ سے مدینہ یا مدینہ سے مکہ جارہا ہوتا، اچانک پہاڑوں کی طرف سے ہوائی فائرنگ ہونے لگتی۔فوراً اونٹوں کے ہانکنے والے جو دراصل بدوؤں اور معلموں کے ایجنٹ ہوتے تھے، وہ اس طرف جاتے تھے اور تھوڑی دیر کے بعد یہ خبر لاتے کہ رہزن فی حاجی ایک روپیہ یا زیادہ مانگ رہے

ہیں ورنہ مار ڈالیں گے۔ جان و مال کو بچانے کے لیے حاجی لوگ جمع کر کے اتنی رقم دے دیا کرتے تھے۔ تھوڑی دور آگے جاتے تو دوسرا گروہ گھیر لیتا۔ اس گروہ کو بھی حاجی لوگ کچھ دے کر چھٹکارا حاصل کرتے۔ اسی طرح مدینہ پہنچتے پہنچتے کئی مرتبہ رکاوٹیں کھڑی کی جاتی تھیں، یہاں تک کہ اچھی رقم حاجیوں کی اسی میں ختم ہو جاتی تھی۔

حجاز میں جب سلطان محمد کی حکومت تھی۔ تو اس دور میں غیر شرعی اعمال عام تھے۔ حج کے دوران مزدلفہ کی رات میں ترک حکومت کی طرف سے پوری رات آتش بازی کی جاتی تھی۔ سلطان محمد کی پورے قد کی تصویر جدہ، مکہ معظّمہ اور منیٰ میں نصب کی جاتی تھی۔ جدہ اور مکہ معظّمہ میں گراموفون باجے کی آوازیں کثرت سے آتی تھیں۔ حقہ نوشی کا عام رواج تھا، حقہ نوشی میں مست لوگ نمازیں چھوڑ دیا کرتے تھے۔

ترکی اور شریفی دونوں ادوار میں پانی کی بھی بڑی قلت تھی۔ ۱۹۱۹ء میں حجاز سے ترکوں کی حکومت ختم ہو گئی تھی۔ شریف حسین وہاں کا خود مختار حاکم تھا۔ شریف حسین کے دور میں بڑی بدنظمی تھی۔ سواری کا کوئی معقول انتظام نہیں تھا، حجاج کرام اونٹوں کی سواری کیا کرتے تھے، راستے میں پانی کا کوئی انتظام نہیں رہتا تھا۔ اسی سال جدہ سے عازمین حج اونٹوں پر سفر کر کے مکہ جا رہے تھے۔ سفر کی صعوبت، سورج کی تپش اور پیاس کی شدت کی وجہ سے تقریباً پانچ سو عازمین حج اونٹوں سے گر کر مر گئے۔ ان کے کفن دفن کا بھی انتظام نہ ہو سکا، جھاڑیوں میں پھینک دیئے گئے۔

ترکی اور شریفی دونوں ادوار میں شرک و بدعت کا دور دورہ تھا۔ قبر پرستی عروج پر تھی۔ مدینہ میں جنت البقیع نامی قبرستان میں قبر پرستی کا یہ عالم تھا کہ صحابۂ کرام کی قبروں پر بڑے بڑے قبے بنے ہوئے تھے۔ ان قبروں کے سامنے سجدے کیے جاتے تھے، ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھا جاتا تھا۔ یہ صرف صحابہ کی قبروں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اللہ کے رسول کے چچا ابو طالب جن کا انتقال کفر کی حالت میں ہوا تھا ان کی قبر پر بھی سجدے کیے جاتے تھے۔

ترکی اور شریفی ادوار میں مسلمانوں کے اختلاف کا یہ عالم تھا کہ خانۂ کعبہ جس کی طرف منہ کر کے تمام مسلمان نماز ادا کرتے ہیں، حج و عمرہ کے موقع پر جس گھر کا طواف کیا جاتا ہے، وہاں پر مسلمانوں کے چار مصلے قائم تھے۔ اختلاف ونفرت کی وجہ سے جب ایک فرقہ والوں کی نماز ہوتی تھی تو دوسرے فرقہ والے اپنے امام کی نماز کا انتظار کرتے تھے۔ مغرب کی نماز کا وقت چونکہ مختصر ہوتا ہے اس لئے اس وقت کی نماز کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ تمام فرقے والے اپنے اپنے اماموں کے پیچھے ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے اور آواز ایک دوسرے سے ٹکرایا کرتی تھی جس کی وجہ سے کبھی کبھی دوسرے امام کی تکبیر کی آواز سن کر دوسرے فرقہ والے رکوع و سجدہ سے اٹھ جایا کرتے تھے۔ لیکن ۱۹۲۶ء میں جب حجاز پر آل سعود کی حکومت قائم ہوئی اور شاہ عبدالعزیز یہاں کے حکمراں ہوئے تو انہوں نے سارے مصلے ختم کر دئے اور قرآن

کریم کی اس آیت: ﴿ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ﴾ (یعنی مقام ابراہیم کو جائے مصلیٰ بناؤ) پر عمل کرتے ہوئے صرف ایک مصلیٰ کو باقی رکھا اور سب کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا۔

اسی طرح شاہ عبدالعزیز کے حاکم بننے کے بعد اللہ کے فضل سے ترکی اور شریفی عہد کی تمام برائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ قبر پرستی کو ختم کر دیا گیا۔صحابۂ کرام کی قبروں پر جو قبے تھے، وہ سب ڈھا دیئے گئے۔ پورے حجاز سے شرک و بدعت اور قبر پرستی کا خاتمہ ہو گیا۔ چوری، ڈکیتی، قتل و غارت گری کا نام مٹ گیا اور پورے ملک میں امن وامان کا دور دورا ہو گیا۔ پانی کی بے حد فراوانی ہوگئی۔ اور اب دن بدن حاجیوں کے آرام وآسائش میں اضافہ ہوتے جا رہا ہے۔سعودی حکومت حاجیوں کے آرام اور سکون کے لیے دن ورات کوشاں رہتی ہے۔ جگہ جگہ حاجیوں کو ٹھنڈا اور صاف پانی مفت تقسیم کیا جاتا ہے اور حاجیوں کے آرام وسکون اور گرمی کی تکلیف سے بچانے کے لیے منیٰ اور عرفات کے خیموں میں ایئر کنڈیشن نصب کر دیئے گئے ہیں۔ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ جانے کے لیے وسیع وعریض خوبصورت سڑکیں بن گئی ہیں۔منیٰ سے عرفات جانے کے لیے ریلوے کا بھی انتظام کر دیا گیا تاکہ حجاج کرام آسانی کے ساتھ کم وقت میں یہ سفر طے کر سکیں ۔ کثیر تعداد میں منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں صاف ستھرے بیت الخلاء اور وضوخانے تعمیر کر دیئے گئے ہیں۔ حج کے ایام میں سعودی حکومت کی طرف سے جگہ جگہ سعودی پولس اور مختلف زبانوں کے جاننے والے رضا کار اپنی خدمت پیش کرنے لئے تیار کھڑے رہتے ہیں۔ اور حاجیوں کی خدمت کو وہ لوگ اپنے لیے بڑی خوش نصیبی سمجھتے ہیں۔

قارئین کرام! آپ لوگ اس مختصر مضمون کے ذریعہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سعودی دور حکومت امت مسلمہ کے لیے کس قدر بہتر اور مفید ہے۔ آج پوری دنیا کے مسلمان پورے امن وامان کے ساتھ سعودیہ عربیہ جاتے ہیں اور آسانی کے ساتھ حج جیسے مقدس فریضہ کو ادا کر کے اپنے وطن واپس لوٹ آتے ہیں۔

☆☆☆

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی ۷۲۸) فرماتے ہیں:

”علم الفرائض من علم الخاصة حتى أن كثيرا من الفقهاء لا يعرفه “

”علم فرائض خاص لوگوں کا علم ہے حتیٰ کہ بہت سے فقہاء بھی اس علم سے ناواقف ہوتے ہیں“

[الاستقامة لابن تيمية: ۵۸/۱]

تین طلاق اور حدیث رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ

کفایت اللہ سنابلی

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي القَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ: " أَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلاَثًا، فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَحِلُّ لِلْأَوَّلِ؟ قَالَ: لاَ، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَهَا كَمَا ذَاقَ الأَوَّلُ "

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ''کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس کی بیوی نے کسی اور شخص سے شادی کرلیا۔ دوسرے شوہر نے بھی اسے طلاق دے دی۔ نبی ﷺ سے سوال کیا گیا: کیا پہلے شوہر کے لیے اب یہ عورت حلال ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، یہاں تک کہ دوسرا شوہر اس سے لطف اندوز ہو جیسا کہ پہلا شوہر ہوا تھا'' [صحیح البخاری: ۴۳/۷، رقم: ۵۲۶۱]

عرض ہے کہ:

اس حدیث میں صحابی رسول رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ سے متعلق ہی تذکرہ ہے کیونکہ اسی سند یعنی **یحییٰ، عن عبید اللہ، عن القاسم بن محمد، عن عائشۃ** ہی کے طریق سے ابویعلی نے روایت کیا ہے جس میں یہ صراحت ہے کہ طلاق دینے والے اس صحابی نے طلاق البتہ یعنی تیسری بار طلاق دی تھی اور اسی کو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے تین طلاق سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ:

امام أبویعلی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۰۷) نے کہا:

حدثنا عبد اللہ بن عمر بن أبان، حدثنا يحيى بن زكريا بن أبي زائدة، عن عبيد الله، عن القاسم بن محمد، عن عائشة قالت: "سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته البتة -يعني ثلاثا- فتزوجت رجلا فطلقها قبل أن يدخل بها، أترجع إلى الأول؟ فقال: لا. حتى يذوق من عسيلتها ما ذاق صاحبه"

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ''کہ اللہ کے رسول ﷺ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جس نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ یعنی تین طلاق دے تھی اور اس کی بیوی نے دوسرے شوہر سے شادی کی اور اس نے

دخول سے پہلے طلاق دے دی، تو کیا اب یہ عورت پہلے شوہر کی طرف واپس جاسکتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، یہاں تک کہ دوسرا شوہر اس سے لطف اندوز ہو جیسا کہ پہلا شوہر ہوا تھا‘‘ [مسند أبي يعلى الموصلي: ۳۷۳/۸، رقم: ٤٩٦٤، وإسناده صحيح]

اب رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ کے واقعہ والی حدیث دیکھئے جو اماں عائشہ رضی للہ عنہا ہی سے مروی ہے اس میں بھی یہی وارد ہے کہ انہوں نے طلاق البتہ دی کما سیاتی، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث میں بھی انہی کا واقعہ مذکور ہے، اور رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ والے واقعہ میں یہ صراحت آ گئی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو الگ الگ وقت میں تین طلاق دی تھی، پہلے دو طلاق دے کر رجوع کر چکے تھے اور پھر تیسری بار طلاق دی تھی جس کا ذکر مذکورہ حدیث میں ہے۔ چنانچہ:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَبَتَّ طَلاقَهَا، فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الزَّبِيرِ، فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: ”يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلاَثِ تَطْلِيقَاتٍ، فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الزَّبِيرِ، وَإِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا مَعَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِلَّا مِثْلُ هَذِهِ الْهُدْبَةِ، لِهُدْبَةٍ أَخَذَتْهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، قَالَ: وَأَبُو بَكْرٍ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَابْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ جَالِسٌ بِبَابِ الْحُجْرَةِ لِيُؤْذَنَ لَهُ، فَطَفِقَ خَالِدٌ يُنَادِي أَبَا بَكْرٍ: يَا أَبَا بَكْرٍ، أَلاَ تَزْجُرُ هَذِهِ عَمَّا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا يَزِيدُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى التَّبَسُّمِ، ثُمَّ قَالَ: لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ، لاَ، حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ، وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ“

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور وہ طلاق فیصلہ کن تھی۔ طلاق کے بعد اس عورت سے عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ نے نکاح کرلیا۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میں حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی۔ انہوں نے تین طلاقوں میں سے آخری طلاق بھی دے دی، پھر مجھ سے عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ نے نکاح کرلیا لیکن اللہ کی قسم! ان کے پاس تو اس پھندنے کی طرح ہے۔ اس نے اپنی چادر کا پلو پکڑ کر بتایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی نبی ﷺ

کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور سعید بن عاص کے بیٹے حجرے کے صحن میں بیٹھے تھے تاکہ انہیں اندر آنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آواز دی: ایا ابوبکر! اس عورت کو روکتے نہیں ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کس طرح بے باک ہو کر باتیں کر رہی ہے؟ لیکن رسول اللہ ﷺ یہ باتیں سن کر تبسم کے علاوہ کچھ نہ کرتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: غالباً تو رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہے لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تو اس (دوسرے شوہر) کا مزہ نہ چکھ لے اور وہ تیرا مزہ نہ چکھ لے" [صحیح البخاری: ۲۲/۸ رقم: ٦٠٨٤]

اس حدیث میں یہ صراحت آ گئی کہ " **فطلقها آخر ثلاث تطليقات**"(انہوں نے تین طلاقوں میں سے آخری طلاق بھی دے دی)۔ جس سے واضح ہو گیا کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث میں بھی جو تین طلاق کا ذکر ہے وہ الگ الگ وقت میں دی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے طریقہ طلاق پر نہیں ٹوکا، اس پوری حقیقت کے سامنے آنے کے بعد اس حدیث سے بیک وقت تین طلاق کے وقوع پر استدلال درست نہیں ہے۔

کیا حدیث عائشہ میں زوجۂ رفاعہ کے علاوہ کسی دوسرے واقعہ کا ذکر ہو سکتا ہے؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) فرماتے ہیں:

"ويحتمل أن يكون من أبهم في حديث عائشة هذا غير هذه القصة فقد روى النسائي من طريق عائشة أيضا أن عمرو بن حزم طلق الرميصاء فنكحها رجل فطلقها قبل أن يمسها "

"یہ بھی احتمال ہے کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں جس کا نام مبہم ہے وہ رفاعہ القرظی کے علاوہ کوئی دوسرا ہو، کیونکہ نسائی نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ عمرو بن حزم نے رمیصاء کو طلاق دیا تو دوسرے شخص نے ان سے شادی کر لی، پھر دوسرے شخص نے دخول سے پہلے طلاق دے دیا" [فتح الباری لابن حجر، ط المعرفة: ۳۲٤/۱]

نسائی کی طرف اس روایت کو منسوب کرنے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو وہم ہوا کیونکہ یہ نسائی نہیں بلکہ طبرانی وغیرہ کی روایت ہے، اور نسائی کی روایت اماں عائشہ رضی اللہ عنہ سے نہیں بلکہ عبیداللہ بن عباس سے ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ نسبت درست کر لی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وكذا وقع في رواية حماد بن سلمة عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة أن عمرو بن حزم طلق الغميصاء فنكحها رجل فطلقها قبل أن يمسها فسألت النبي ﷺ فقال لا حتى يذوق الآخر

عسيلتها وتذوق عسيلته وأخرجه الطبراني ورواته ثقات فإن كان حماد بن سلمة حفظه فهو حديث آخر لعائشة في قصة أخرى غير قصة امرأة رفاعة وله شاهد من حديث عبيد الله بالتصغير بن عباس عند النسائي في ذكره الغميصاء لكن سياقه يشبه سياق قصة رفاعة "

''اسی طرح کا واقعہ حماد بن سلمہ عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ کے طریق سے مروی روایت میں ہے کہ عمرو بن حزم نے غمیصاء کو طلاق دے دی تو ان سے دوسرے شخص نے شادی کر لی اور اس نے بھی دخول سے پہلے طلاق دے دیا تو اس عورت نے نبی ﷺ سے سوال کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں، یہاں تک کہ دوسرا شوہر اس سے لطف اندوز ہو اور یہ عورت اس سے لطف اندوز ہو، اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اس کے رجال ثقہ ہیں، اگر حماد بن سلمہ کے حافظہ نے غلطی نہیں کی ہے تو یہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری حدیث ہے جس میں زوجہ رفاعہ کے علاوہ دوسری عورت کا ذکر ہے، اور اس کا ایک شاہد بھی ہے جو عبید اللہ بن عباس سے مروی ہے اسے نسائی نے غمیصاء کا تذکرہ کرتے ہوئے روایت کیا ہے، لیکن اس کا سیاق رفاعہ والے واقعہ کی طرح ہی ہے'' [فتح الباری لابن حجر، ط المعرفة:٤٦٩/٩]

عرض ہے کہ اماں عائشہ رضی اللہ کی طرف منسوب حماد بن سلمہ والی یہ روایت صحیح نہیں ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی آخر میں اس کے حافظہ پر سوال اٹھا کر اشارہ کر دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حماد بن سلمہ نے ہشام بن عروۃ عن أبیہ عن عائشۃ کے طریق سے اسے بیان کیا ہے اور اسی طریق سے ہشام بن عروہ کے دوسرے تمام شاگرد جب اس واقعہ کو روایت کرتے ہیں تو بالاتفاق رفاعہ القرظی ہی کا واقعہ ذکر کرتے ہیں، مثلاً:

أبو معاويه عن هشام بن عروة [صحيح البخاري: رقم:٥٢٦٥]

يحيىٰ بن سعيدعن هشام بن عروة [صحيح البخاري: رقم:٥٣١٧]

على بن مسهر عن هشام بن عروة [سنن الدارمي :رقم:٢٣١٤،وإسناده صحيح]

محاضر بن المورع عن هشام بن عروة [مستخرج أبي عوانة :رقم:٤٣٢٥ وإسناده صحيح]

عبد العزيز بن محمد عن هشام بن عروة [مستخرج أبي عوانة :رقم:٤٣٢٧ وإسناده صحيح]

زائدة بن قدامة عن هشام بن عروة [مستخرج أبي عوانة: رقم:٤٣٢٨ وإسناده صحيح]

بلکہ امام زہری رحمہ اللہ نے عروہ سے براہ راست اسے روایت کیا ہے اور انہوں نے بھی زوجہ رفاعہ ہی کا واقعہ ذکر کیا ہے، [صحيح البخاري:٢٢/٨ رقم:٦٠٨٤]

ملاحظہ فرمائیں!

یہ تمام رواۃ بالاتفاق ایک ہی طریق سے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں رفاعہ القرظی کا واقعہ بیان کررہے ہیں،ان سب کی مخالفت کرتے ہوئے صرف اور صرف حماد بن سلمہ نے اس طریق سے دوسرے واقعہ کو بیان کردیا۔

دراصل یہ دوسرا واقعہ اماں عائشہ رضی للہ عنہا نے نہیں بلکہ عبیداللہ بن عباس نے بیان کررکھا ہے جیسا کہ نسائی ومسند احمد وغیرہ کی روایت ہے،اس میں ایک جملے میں طلاق ثلاث کا ذکرنہیں ہے اسے ہشیم نے اپنی سند سے روایت کیا ہے ،چنانچہ:

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱) نے کہا:

حدثنا هشيم ، أخبرنا يحيى بن أبى إسحاق ، عن سليمان بن يسار ، عن عبيد الله بن العباس ، قال :"جاء ت الغميصاء -أو الرميصاء -إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، تشكو زوجها ، وتزعم أنه لا يصل إليها ، فما كان إلا يسيرا .حتى جاء زوجها ، فزعم أنها كاذبة ، ولكنها تريد أن ترجع إلى زوجها الأول .فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ليس لک ذٰلک حتى يذوق عسيلتک رجل غيره "

عبیداللہ بن عباس سے مروی ہے:''کہ غیمصاء یارمیصاء اللہ کے رسول ﷺ کے پاس اپنے شوہر کی شکایت لیکرآئی اور دعویٰ کیا کہ ان کے شوہران کے ساتھ کچھ نہیں کرپاتے ہیں، پھرتھوڑی ہی دیر میں ان کے شوہر بھی وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے کہا: یہ جھوٹی ہے،اصل بات یہ ہے کہ یہ اپنے پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہے،تو اللہ کے رسول ﷺ نے کہا: یہ ممکن نہیں ہے جب تک کہ دوسرا شخص تم سے لطف اندوز نہ ہوجائے''[مسند أحمد ط الميمنية: ۲۱۴/۱، وانظر : سنن النسائی:۱۴۸/۶]

ملاحظہ فرمائیں کہ یہ ہشیم کی بیان کردہ عبیداللہ بن العباس سے مروی حدیث ہے،لیکن حماد بن سلمہ نے غلطی سے ہشام کی سند سے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں اسے روایت کردیا،ان کی اسی طرح کی بعض غلطیوں کو دیکھ کر بعض ائمہ نے ان کے حافظ پر جرح کی ہے۔چنانچہ:

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸) نے کہا:

''**هو ثقة صدوق يغلط** ''،''یہ ثقہ وصدوق ہیں اور غلطی کرتے ہیں''[الكاشف للذهبی ت عوامة: ۳۴۹/۱]

بلکہ بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ یہ آخری عمر میں سوئے حفظ کے شکار ہوگئے تھے لیکن علی الاطلاق ایسا کہنا درست نہیں ہے البتہ ان سے کبھی کبھی غلطی کرنا ثابت ہے۔

بہرحال حماد بن سلمہ کی روایت ایک بڑی جماعت کی روایت کے خلاف ہونے کے سبب ضعیف ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے کہ:

”والمحفوظ ما اتفق عليه الجماعة عن هشام“، ”محفوظ روایت وہی ہے جسے ہشام سے روایت کرنے میں ایک جماعت نے اتفاق کیا ہے“[فتح البارى لابن حجر، ط المعرفة:٩/٤٦٥]

خلاصہ یہ کہ اماں عائشہ رضی للہ عنہ سے زوجۂ رفاعہ کے علاوہ کوئی دوسرا واقعہ بیان کرنا ثابت نہیں ہے۔

احناف اماں عائشہ رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث کو الگ حدیث بتا کر السنن الکبریٰ للبیہقی سے بھی نقل کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۵۸) نے کہا:

أخبرنا أبو عبد اللّٰہ الحافظ أخبرنى أبو الوليد الفقيه أخبرنا الحسن بن سفيان حدثنا أبو بكر بن أبى شيبة حدثنا ابن فضيل عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضى اللّٰہ عنها أنها سئلت عن الرجل يتزوج المرأة فيطلقها ثلاثا فقالت:” قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم لا تحل للأول حتى يذوق الآخر عسيلتها وتذوق عسيلته “

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی عورت سے شادی کرکے اسے تین طلاق دے دے تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ”اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: یہ عورت پہلے کے لئے حلال نہیں ہوسکتی جب تک دوسرا بھی اس سے لطف اندوز نہ ہوجائے اور یہ عورت بھی اس سے لطف اندوز نہ ہوجائے“[السنن الكبرىٰ للبيهقى، ط الهند:٧/٣٧٤]

عرض ہے کہ اس میں بھی اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو حدیث ذکر کی ہے وہ رفاعہ القرظی والے واقعہ سے متعلق ہی ہے۔ چنانچہ اسے امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے **أبو بكر بن أبى شيبة حدثنا ابن فضيل عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة** کی سند سے روایت کیا ہے اور عین اسی سند سے اسے اُبونعیم الأصبہانی (المتوفی ۴۳۰) نے اس طرح روایت کیا ہے:

ثنا عبد اللّٰہ بن يحيى الطلحى ثنا عبيد بن غنام ثنا أبو بكر بن أبى شيبة ثنا ابن فضيل وثنا أبو محمد بن حيان ثنا أبو يحيى الرازى ثنا هناد بن السرى ثنا أبو معاوية قالا عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة قالت:”جاء ت امرأة إلى رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم فقالت يا رسول اللّٰہ إن

زوجی طلقنی وتزوجت زوجا غیرہ فدخل بی ولم یکن معہ إلا مثل الهدبة فلم یقربنی إلا هبة واحدة فلم یصل منی إلی شیء أفأحل لزوجی الأول فقال لا تحلین لزوجک الأول حتی تذوقی الآخر عسیلتک وتذوقین عسیلته "

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''کہ ایک عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے شوہر نے مجھ کو طلاق دے دی ہے اور میں نے ان کے بعد دوسرے شوہر سے شادی کی تو انہوں نے میرے ساتھ دخول کیا لیکن ان کے پاس کپڑے کے پھندنے جیسا تھا تو انہیں نے میرے ساتھ ایک بار کوشش کی مگر کچھ نہیں کر سکے، تو کیا اب میں پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگئی؟ تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنے پہلے شوہر کے لئے تب تک حلال نہیں ہوسکتی جب تک کہ دوسرا بھی تم سے لطف اندوز نہ ہو جائے اور تم بھی اس کے ساتھ لطف اندوز نہ ہو جاؤ'' [المسند المستخرج علی صحیح مسلم لأبی نعیم: ٤/١٤٦]

ملاحظہ فرمائیں یہ پورا واقعہ رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ والا ہی ہے۔ بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ہشام بن عروۃ عن أبیہ عن عائشۃ ہی کی سند سے اسے روایت کیا ہے اور اس میں رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے۔ دیکھئے: [صحیح بخاری :رقم: ٥٣١٧]

لہٰذا اس ایک حدیث کو الگ الگ حدیث دکھا کر الگ الگ دلیل کے طور پر پیش کرنا غلط ہے۔

أنور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۵۳) فرماتے ہیں:

"واعلم أن الحدیث لم یجمع إلا قطعة قطعة، فتکون قطعة منه عند واحد، وقطعة أخری عند واحد، فلیجمع طرفة، ولیعمل بالقدر المشترک، ولا یجعل کل قطعة منه حدیثا مستقلا"

''جان لیجئے کہ حدیث الگ الگ ٹکڑے کے ساتھ جمع کی گئی ہے، تو اس کا ایک ٹکڑا کسی ایک محدث کے پاس ہوتا ہے، اور دوسرا ٹکڑا کسی دوسرے محدث کے پاس ہوتا ہے، تو ان تمام طرق کو جمع کرنا چاہئے، اور سب میں جب مشترک بات ہے اس پر عمل کرنا چاہئے اور ہر الگ الگ ٹکڑے کو مستقل حدیث نہیں قرار دینا چاہئے'' [فیض الباری علی صحیح البخاری: ٤/٢٤٣]

مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

صدہا مثالیں اس کی پایئے گا کہ ایک ہی حدیث کو رواۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں، کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا، کوئی کس طرح، کوئی کس طرح، جمع طرق سے پوری بات کا پتہ چلتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ:

(۵/۳۰۱

لہٰذا دیوبندی اور بریلوی حضرات کو چاہئے کہ ایک حدیث کے تمام طرق کو جمع کر کے ہی کوئی نتیجہ نکالیں۔
الغرض اس ضمن میں اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام روایات میں رفاعہ القرظی ہی کا واقعہ ہے، کسی میں اجمال ہے تو کسی میں تفصیل ہے، لیکن احناف اپنی کتابوں میں اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی مجمل حدیث کو الگ پیش کرتے ہیں، اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس روایت میں رفاعہ القرظی کا ذکر ہے اس روایت کے صرف وہی الفاظ پیش کرتے ہیں جس میں طلاق البتہ کا ذکر ہے، اس طرح یہ لوگ ایک ہی واقعہ کو الگ الگ دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں، حالانکہ یہ سب ایک ہی واقعہ ہے اور اس سلسلے کی ایک روایت میں یہ صراحت آ گئی ہے کہ اس واقعہ میں ایک ساتھ تین طلاق نہیں دی گئی۔

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک اور ضعیف حدیث
امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۸۵) نے کہا:

نـا أحـمـد بن علی بن العلاء، نا أبو عبيدة بن أبی السفر، نا أبو أسامة، عن زائدة بن قدامة، عن علـی بـن زيـد، عن أم محمد، عن عائشة، قالت: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "إذا طلق الرجل امرأته ثلاثا لم تحل له حتی تنكح زوجا غيره، ويذوق كل واحد منهما عسيلة صاحبه"

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی اپنی عورت کو تین طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اس کے علاوہ دوسرے شوہر سے شادی نہ کر لے اور پھر دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو جائے'' [سنن الدارقطنی، ت الارنؤوط: ۵/۵۹]

یہ روایت مسند احمد میں بھی ہے۔ چنانچہ:
امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱) نے کہا:

حـدثنا عفان، حدثنا حماد بن سلمة، قال: أخبرنا علی بن زيد، عن أم محمد، عن عائشة، أن الـنبـی صـلی الله عليه وسلم قال: "فی رجل طلق امرأته ثلاثا، ثم تزوجها آخر، ثم طلقها من قبل أن يمسها، قال: لا ينكحها الأول حتی تذوق من عسيلته، ويذوق من عسيلته"

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس آدمی کے بارے میں فرمایا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے پھر اس کی بیوی سے دوسرا شخص شادی کر لے پھر وہ بھی دخول سے پہلے طلاق دے تو

پہلا اس سے شادی نہیں کرسکتا کہ جب تک کہ یہ عورت دوسرے سے لطف اندوز نہ ہوجائے اور دوسرا بھی اس سے لطف اندوز ہوجائے'' [مسند أحمد ط الميمنية:٦/٩٦]

اس روایت کے آخری الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وہی روایت ہے جس پر اوپر بات ہوچکی ہے لیکن یہاں ضعیف رواۃ نے اسے الگ ہی شکل دے دی ہے۔

یہ روایت سخت ضعیف ہے اس میں درج ذیل علتیں ہیں:

پہلی علت:

اسی روایت کو حماد بن سلمہ کے طریق سے ابوداؤد الطیالسی نے اس طرح روایت کیا ہے:

حدثنا حماد بن سلمة، عن علی بن زيد، عن عمته، عن عائشة، أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال:"لا تحل له حتى تذوق من عسيلته"

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی یہاں تک اس سے لطف اندوز نہ ہوجائے'' [مسند أبي داؤد الطيالسي :٣/١٤٠]

اس میں ام محمد کی جگہ عمتہ ہے۔ یہ عورت نامعلوم ہے اور یہ ام محمد نہیں ہے، کیونکہ یہ علی بن زید کی پھوپھی ہے جبکہ ام محمد ان کے والد کی بیوی ہے کما سیاتی۔

دوسری علت:

اُم محمد اس کا نام اُمیۃ یا اُمینۃ ہے یہ علی بن زید کے والد کی بیوی ہے امام ذہبی نے اسے مجہول خواتین میں گنایا ہے۔[ميزان الاعتدال للذهبي ت البجاوي:٤/٦٠٤]

تیسری علت:

علی بن زید یہ علی بن زید بن جدعان ہے یہ سخت ضعیف ومتروک ہے۔

محمد بن طاہر ابن القیسرانی رحمہ اللہ (المتوفی ۵۰۷) فرماتے ہیں:

"**علی بن زيد هذا متروک الحديث**"، ''علی بن زید یہ متروک الحدیث ہے'' [تذكرة الحفاظ لابن القيسراني: ص:١٤٨]

اسی طرح امام جوزجانی، امام احمد اور امام ابن معین رحمہم اللہ نے بھی اس پر سخت جرح کی ان کے علاوہ بھی کئی ائمہ نے اس پر جرح کی تفصیل کے لئے دیکھئے ہماری کتاب: (یزید بن معاویہ:ص:۳۸٦)

ابوعیسیٰ سلیمان بن کیسان الخراسانی رحمہ اللہ

جرح وتعدیل کے میزان پر

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

☆ **نام ونسب:** ابوعیسیٰ سلیمان بن کیسان الخراسانی التمیمی رحمہ اللہ

☆ **اساتذہ:** آپ کے چند اساتذہ کے نام پیش خدمت ہیں:

(۱) امام حسن بن یسار البصری رحمہ اللہ

(۲) امام ضحاک بن مزاحم الہلالی رحمہ اللہ

(۳) محدث عطا بن ابی مسلم الخراسانی رحمہ اللہ

(۴) قاسم بن عبداللہ مولیٰ ابی بکر رحمہ اللہ

(۵) درع بن عبداللہ الخولانی رحمہ اللہ

☆ **تلامذہ:** آپ کے چند شاگردوں کے نام پیش خدمت ہیں:

(۱) امام حیوہ بن شریح المصری رحمہ اللہ

(۲) امام سعید بن ایوب المصری رحمہ اللہ

(۳) امام معاویہ بن صالح الحمصی رحمہ اللہ

(۴) امام عبداللہ بن لہیعہ المصری رحمہ اللہ

(۵) امام یحییٰ بن ایوب المصری رحمہ اللہ

[التاریخ الکبیر للبخاری بحواشی محمود خلیل:٤/٣٣، ت:١٨٧٢،و الکنی والاسماء لمسلم بتحقیق القشقری:١/٥٧٧، ت:٢٣٥٢،و الثقات لابن حبان بتحقیق مجموعة من العلماء:٦/٣٩٢، ت:٨٢٥٠،و تهذیب الکمال فی اسماء الرجال بتحقیق الدکتور بشار عواد:٣٤/١٦٧، ت:٧٥٥٩]

آپ رحمہ اللہ سنن ابی داؤد، المعجم الکبیر للطبرانی اور مسند اسحاق بن راہویہ وغیرہ کے راوی ہیں۔

آپ رحمہ اللہ کی بابت ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال پیش خدمت ہیں:

☆ **مُعدلین:**

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی ۳۵۴ھ)

آپ رحمہ اللہ نے اِن کو " كتاب الثقات " میں ذکر کیا ہے۔

دیکھیں: [الثقات بتحقيق مجموعة من العلماء:٣٩٢/٦، ت:٨٢٥٠]

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل الاندلسی، المعروف بابن خلفون رحمہ اللہ (المتوفی:٦٣٦ھ)

امام ابن الملقن رحمہ اللہ (المتوفی:۸۰۴ھ) فرماتے ہیں:

"وابو عيسىٰ الخراسانی اسمه سليمان بن كيسان، وثقه ابن حبان وابن خلفون"

"ابوعیسیٰ الخراسانی، اِن کا نام سلیمان بن کیسان ہے۔ امام ابن حبان اور امام ابن خلفون رحمہما اللہ نے اِن کی توثیق کی ہے" [التوضيح لشرح الجامع الصحيح:٢٣٦/١١، الناشر:دار النوادر، دمشق -سوريا]

امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ)

آپ رحمہ اللہ نے اپنی دو کتابوں میں اِن کی بابت فرمایا:

"ثقة" "آپ ثقہ ہیں" [الكاشف بتحقيق محمد عوامة وغيره:٤٤٩/٢، ت:٦٧٧٤، و ميزان الاعتدال بتحقيق البجاوی:٥٦٠/٤، ت:١٠٤٩٤]

امام ابوحفص عمر بن علی المصری، المعروف بابن الملقن رحمہ اللہ (المتوفی:۸۰۴ھ):

آپ رحمہ اللہ کسی کا تعاقب کرتے ہوئے اِن کی ایک روایت کی بابت فرماتے ہیں:

"فإن رجاله كلهم ثقات"

"اِس حدیث کی سند کے تمام رجال ثقہ ہیں" [التوضيح لشرح الجامع الصحيح:٢٣٦/١١، الناشر:دار النوادر، دمشق - سوريا]

امام ابوالحسن علی بن ابوبکر الہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۰۷ھ):

آپ رحمہ اللہ اِن کی ایک روایت کے تحت فرماتے ہیں: **"رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ"**

"اِس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اِس کے رجال ثقہ ہیں" [مجمع الزوائد ومنبع الفوائد بتحقيق حسام الدين القدسی:١١٥/١٠، ح:١٦٩٩٩]

امام الائمہ ابوبکر محمد بن اسحاق السلمی، المعروف بابن خزیمہ رحمہ اللہ (المتوفی:۳۱۱ھ)

آپ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اِن سے روایت لی ہے۔

امام اسماعیل بن عمر الدمشقی، المعروف بابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی:۷۷۴ھ) ان کی ایک روایت کے تحت فرماتے

ہیں:

”لم اره فی شیء من الکتب الستة ولا من المسند وانما رواه ابن خزیمة فی صحیحه من حدیث ابن وهب به“

”اِس حدیث کو میں نے کتب ستہ اور مسند احمد میں نہیں دیکھا۔ اِس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں امام ابن وہب رحمہ اللہ کے طریق سے تخریج کی ہے“[الاحکام الکبیر بتحقیق نور الدین طالب:۲۸۹/۳]

☆ **جارحین :**

میرے علم کی حد تک ائمہ جرح وتعدیل کے کسی بھی امام نے موصوف رحمہ اللہ پر کسی بھی قسم کی کوئی جرح نہیں کی ہے سوائے تین ائمہ کرام کے۔

(ا) امام ابومحمد علی بن احمد، المعروف بابن حزم الاندلسی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۶ھ)

آپ رحمہ اللہ اِن کی ایک روایت کے تحت فرماتے ہیں:

”وَفِيهِ اَيْضًا ثَلَاثَةٌ مَجْهُولُونَ: اَبُو عِيسَى الْخُرَاسَانِيُّ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْقَاسِمِ، وَاَبُوهُ“

”اِس میں بھی تین مجھول راوی ہیں: ابوعیسیٰ الخراسانی، عبداللہ بن القاسم اور اُن کے والد“[حجة الوداع بتحقیق ابی صهیب الکرمی، ص:٤٨٤، تحت الحدیث:٥٥١]

راقم کہتا ہے کہ:

اگر آپ رحمہ اللہ کی مراد مجھول العین ہے تو یہ حکم بلاشبہ صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ سے ثقہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور کئی ائمہ کرام نے آپ کی توثیق کی ہے اور اِس جیسا راوی مجھول العین نہیں ہوتا ہے۔

اگر آپ رحمہ اللہ کی مراد مجھول الحال ہے، تب بھی آپ کا یہ حکم صحیح نہیں ہے کیونکہ امام الائمہ امام ابن خزیمہ، امام خلفون اور امام ذہبی رحمہم اللہ وغیرہ نے آپ کو پہچانا ہے اور آپ کی توثیق کی ہے لہٰذا آپ مجھول الحال بھی نہیں ہیں اور یہ بات طے شدہ ہے کہ ”**من عرف حجة علی من لم یعرف**“”پہچاننے والا، نہ پہچاننے والے پر حجت ہے“ واللہ اعلم۔

آپ رحمہ اللہ بسا اوقات ایسے رواۃ کو بھی مجھول یا مجھول الحال کہہ دیتے ہیں جن کی آپ سے پہلے کئی ائمہ کرام نے توثیق کی ہوتی ہے۔

بطور مثال اسی کتاب سے ایک نام پیش خدمت ہے: احمد بن فضالہ النسائی۔

دیکھیں:[حجة الوداع بتحقيق ابی صهيب الكرمی،ص:٢٥٥،ح:٢٥٠،و تهذيب الكمال للمزی بتحقيق بشار عواد:٤٢٧_٤٢٦/١، ت:٨٩]

اور اِن کی ایک دوسری کتاب سے بھی ایک نام پیش خدمت ہے: اسماعیل بن محمد بن اسماعیل الصفار۔

دیکھیں:[المحلی:٣٢٥/٨،و لسان الميزان بتحقيق ابی غدة:١٦٥/٢، ت:١٢٣٠]

(۲) امام ابوالحسن علی بن محمد الفاسی، المعروف بابن القطان رحمہ اللہ (المتوفی:۶۲۸ھ)

" لَا تعرف لَهُ حَال "" اِن کا حال نہیں جانا جاتا ہے"

" مجهول" "مجہول ہیں"[بيان الوهم والإيهام فی كتاب الاحكام بتحقيق الحسين آيت:٥٢/٣، ح:٧٠٨ و٤٥١/٣، ح:١٢١٠]

امام محمد الذہبی رحمہ اللہ امام ابن القطان رحمہ اللہ کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" ثقة "" آپ ثقہ ہیں"[ميزان الاعتدال بتحقيق البجاوی:٥٦٠/٤، ت:١٠٤٩٤]

"عبداللہ بن القاسم مولیٰ ابوبکر القرشی رحمہ اللہ، جرح وتعدیل کے میزان پر"

(۳) امام حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ)

"مقبول" "متابعت کے وقت مقبول ہیں، ورنہ لین الحدیث ہیں"[تقريب التهذيب بتحقيق محمد عوامه، ص:٦٦٣، ت:٨٢٩٥]

علامہ البانی رحمہ اللہ امام ابن حجر رحمہ اللہ کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وقول الحافظ فی ابی عيسی الخراسانی: مقبول تقصير غير مقبول، فالرجل ثقة -كما قال ابن حبان والذهبی-، وروی عنه جمع من الثقات -كما بينت فی تيسير انتفاع الخلان بثقات ابن حبان"

"ابوعیسیٰ الخراسانی کی بابت حافظ رحمہ اللہ کا قول: مقبول نا قابلِ قبول ہے کیونکہ آدمی ثقہ ہیں جیسا کہ امام ابن حبان اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہے اور اِن سے ثقہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے جیسا کہ میں نے "تیسیر انتفاع الخلان بثقات ابن حبان" میں بیان کیا ہے"[سلسلة الاحاديث الضعيفة :٥٧٧/١٤، تحت الحديث:٦٧٥٨]

اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت ہیں:

(تنبیہ نمبر:۱) کئی علماء کرام فرماتے ہیں:

''ابو عیسیٰ الخراسانی التمیمی، لم یوثقه غیر ابن حبان''

''ابوعیسی الخراسانی التمیمی، امام ابن حبان رحمہ اللہ کے علاوہ کسی نے اِن کی توثیق نہیں کی ہے''[جامع الاصول فی احادیث الرسول بتحقیق عبد القادر الارنوؤط:۱۶۱/۳، تحت الحدیث:۱۴۲۷]

راقم کہتا ہے کہ یہ بات بلاشبہ صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابن حبان رحمہ اللہ کے علاوہ کئی محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے۔ کما مر تفصیلا.

(تنبیہ نمبر:۲) شیخ علی بن عبداللہ المطیر ی حفظہ اللہ موصوف کی بابت امام ابن حبان، امام ابن القطان، امام ابن حزم، امام ذہبی اور امام ابن حجر رحمہم اللہ کا کلام پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''الاصل انّ مثل هـذا مجهول الحال، إذ إنه لم يوثق توثيقاً معتبراً، وابنُ حبان معلوم تساهله فی کتابه الثقات''

''اصل یہ ہے کہ اِس جیسا راوی مجہول الحال ہوتا ہے کیونکہ اِن کی کوئی معتبر توثیق نہیں کی گئی ہے اور امام ابن حبان رحمہ اللہ کا اپنی کتاب ''الثقات''میں تساہل معروف ہے''[احادیث تعظیم الربا علی الزنا (دراسة نقدية)، ص:۳۵، المبحثُ الثالثُ :تخريجُ حَدِيث عبدِ اللّٰه بنِ سَلَام -رضی اللّٰه عنه -والحُكْمُ عليهِ]

راقم کہتا ہے کہ:

اگر امام ابن حبان رحمہ اللہ ابوعیسیٰ الخراسانی رحمہ اللہ کی توثیق میں منفرد ہوتے تو اِن کی توثیق معتبر نہیں ہوتی لیکن یہاں آپ منفرد نہیں ہیں بلکہ آپ کے علاوہ کئی ائمہ کرام نے اِن کی توثیق کی ہے۔

شیخ حفظہ اللہ کو ابوعیسیٰ الخراسانی کی بابت جن ائمہ کرام کا کلام ملا ہے، اُن کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سوال ہے کہ کیا امام ذہبی رحمہ اللہ کی توثیق معتبر نہیں ہے؟ اِس توثیق کا ذکر تو شیخ حفظہ اللہ نے بھی کیا ہے۔ اگر امام ذہبی رحمہ اللہ کی توثیق معتبر نہیں ہے تو شیخ حفظہ اللہ کو یہ بتانا چاہیے تھا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ کی توثیق کیوں معتبر نہیں ہے؟ لیکن پتہ نہیں کیوں آپ نے اِس تعلق سے کچھ نہیں کہا۔

شیخ حفظہ اللہ کے کلام کو دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ کو امام الائمہ ابن خزیمہ اور امام ابن خلفون کی توثیق کا علم نہیں ہوسکا۔

(خلاصۃ التحقیق) ابوعیسیٰ سلیمان بن کیسان الخراسانی رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔ واللہ اعلم

☆☆☆

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

وہ اندھیرا ہی بھلا تھا کہ قدم راہ پہ تھے!

ترجمہ: کفایت اللہ سنابلی

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وأری أیضا أن أُذَکِّر بأننا الیوم ابتلینا بنقیض ما کنا ابتلینا فی القرون الماضیة السابقة کنا ابتلینا فی القرون السابقة بجمود العلماء ، فضلاً عن طلاب العلم، فضلاً عن العامة، ابتلینا بالجمود عن التقلید المذهبی، ومضی هذا الجمود علی المسلمین قرون طویلة، الآن فی فیئة، فی صیحة مبارکة للرجوع إلی الکتاب والسنة، ولا شک قد آتت أکلَهَا وثمارَهَا الیانعة، ولکننا نشکوا الآن نقیض ذلک الأمر الذی کنا نشکوا علیه من قبل، کنا نشکوا الجمود فأصبحنا الآن نشکوا من الانطلاق، فأصبح کل من سمع کلمة الکتاب والسنة وهو لا یفقه من الکتاب والسنة شیئا إنما بعض العبارات وبعض الکلمات یسمعها من بعض الدعاة، وقد تکون هی کلمات حق، وقد تکون فی بعضها خطأ، فیظن أنه أصبح بذلک عالما یجوز له أن یقول:أنا أری کذا، وأنا رأیی کذا، وأنا أری هذا القول خطأ، ویتدخل فی کل کبیرٍ وصغیر، وهو لا یُحسن أن یقرأ حدیثا......وهذه لها أخطارها، وإذا دار الأمر -هذا رأیی الشخصی -إذا دار الأمر بین اتباع مذهب من المذاهب الأربعة المُتَّبعة والجمود علیها، وبین أن یُصبح کل مسلمٍ مُدعیا العلم مُدَّعیا الاجتهاد، فلا شک أن البقاء علی ما کان علیه الآباء والأجداد من اتباع المذهب وعدم الاعتداد بآراء الجهلة الذین ما درسوا العلم، ذلک خیر، وهذا من باب حنانیک بعض الشر أهون من بعض“

ترجمہ:

”میں یہ بھی یاددلانا چاہتا ہوں کہ ماضی میں ہم جس مصیبت کے شکار تھے، آج اس مصیبت کے بالکل برعکس ایک دوسری مصیبت گلے پڑ گئی ہے، ماضی میں طلباء تو جانے دیجئے علماء تک تقلیدی جمود کے شکار تھے، اورعوام کی تو بات ہی الگ تھی، ہم مذہبی تقلید میں بالکل جامد ہو گئے تھے، اور مسلمانوں میں یہ جمود ایک لمبے عرصے تک برقرار

رہا۔

آج تبدیلی آچکی ہے اور کتاب وسنت کی طرف رجوع کی بابرکت آواز اٹھ رہی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا بہتر اثر ہوا اور اس سے بہت فائدہ ہوا، لیکن کل جس چیز پر ہمیں شکوہ تھا آج ہمیں اسی چیز کے بالکل برعکس دوسری چیز کا گلہ ہے، پہلے ہمیں تقلید جامد سے شکایت تھی اور آج حالت یہ ہے کہ اس آزادیٔ فکر پر ہم نالاں ہیں۔

صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ جو کوئی بھی قرآن وحدیث کی کچھ باتیں سن لیتا ہے، جسے قرآن وحدیث کی براہ راست کوئی سمجھ نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ بعض باتیں اور بعض چیزیں کچھ دعاۃ ہی سے سنتا ہے جن میں کچھ صحیح ہوتی ہیں کچھ غلط ہوتی ہیں، تو ایسا شخص یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ یہ چیزیں سن کر اب وہ عالم ہوگیا ہے اور اسے اس طرح بولنے کا حق حاصل ہوگیا ہے کہ مجھے ایسا لگتا ہے، میری رائے یہ ہے، میں اس بات کو غلط سمجھتا ہوں، غرض وہ ہر چھوٹے بڑے مسئلے میں فتویٰ دینا شروع کردیتا ہے جب کہ اس کی حالت یہ ہوتی ہے وہ ڈھنگ سے ایک حدیث بھی نہیں پڑھ سکتا!

یہ صورت حال بہت خطرناک ہے، اور میری ذاتی رائے یہ ہے کہ جب ایک طرف چاروں تقلیدی مذاہب کی پیروی اور اس پر جمود کی بات ہو، اور دوسری طرف معاملہ یہ ہو کہ ہر مسلمان علم واجتہاد کا دعویٰ کرتے پھرے، تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آباء واجداد کے تقلیدی مذہب پر باقی رہنا اور آج کے جہلاء جنہوں نے کوئی علم حاصل نہیں کیا ان کی باتوں کو کوئی وقعت نہ دینا، اسی میں بھلائی ہے، ایسے ہی معاملہ میں کہا گیا ہے: وہ اندھیرا ہی بھلا تھا کہ قدم راہ پہ تھے! [جامع تراث العلامة الألباني فی المنهج والأحداث الكبرىٰ: ١٢٩/٦]

نوٹ:

علامہ البانی رحمہ اللہ نے آخر میں جو شعر (حنانيک بعض الشر أهون من بعض) پیش کیا ہے اس کا اصل ترجمہ یہ ہے:

مہربانی کیجئے! بعض برائی بعض برائی سے کمتر ہوتی ہے۔

دراصل یہ جاہلی شاعر طرفۃ بن العبد کا شعر جو بعد میں ضرب المثل بن گیا، ایسے موقع کے لئے اردو میں بھی ایک شعر ضرب المثل بن گیا اس لئے ترجمہ میں اردو کا وہی شعر درج کردیا گیا ہے۔

☆☆☆

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

۱۱/جولائی بروز اتوار ۲۰۲۱ء/مطابق ۲۹/ذوالقعدہ ۱۴۴۲ھ بوقت بعد نماز ظہر ایک تکلیف دہ خبر موصول ہوئی کہ ممبئی کے معروف عالم دین، داعی اور کلیہ مریم للبنات کے بانی شیخ حافظ محمد سلفی/رحمہ اللہ اس دنیا میں نہیں رہے۔(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

یہ خبر جہاں ان کے اہل خانہ اور اہل ممبئی کے لیے باعث رنج والم تھی وہیں اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی کے اسٹاف اور ذمہ داران کے لئے بھی بہت ہی غمناک تھی۔

لیکن قضائے الٰہی یہی تھی اور ہم اس پر راضی ہیں۔شیخ رحمہ اللہ سینٹر کے قیام ہی سے اس سے وابستہ رہے اور بہت ہی محنت ولگن کے ساتھ منہج سلف کی روشنی میں اپنی دعوتی خدمات انجام دیتے رہے، آپ اپنے عمدہ اخلاق، اور خوش مزاجی سے عوام الناس تک بآسانی دین کی دعوت پہنچاتے رہے، اور ساتھ ہی سینٹر کے تعارف اور استحکام میں بحیثیت داعی اور ٹرسٹی، بحسن وخوبی، زید پٹیل صاحب کے ساتھ بے پناہ محنت وکوشش سے اسکی افادیت کو عام کیا اور سینٹر کے ننھے پودے کو ایک تناور درخت بنادیا۔ بلاشبہ شیخ سینٹر کے مخلص بانیوں میں سے تھے۔اللہ آپ کے حق میں اس ادارہ کو صدقۂ جاریہ بنائے۔آمین

موصوف رحمہ اللہ، بڑے خوش مزاج، ملنسار، کشادہ دل اور لوگوں کے ساتھ ہمدرد تھے۔آپ نے اپنی زندگی کے اکثر اوقات تعلیم وتعلم میں گزارے۔

الحمدللہ شیخ نے قوم کی بچیوں کے لئے نالاسپارہ کی سرزمین پر ایک ادارہ ''کلیہ مریم للبنات'' کے نام سے بھی قائم کیا جس کا فیض بفضل اللہ جاری ہے۔

شیخ کی مالونی ملاڈ ویسٹ کے قبرستان میں ۱۱/جولائی کو ہی بعد نماز مغرب تدفین ہوئی، آپ کی نماز جنازہ آپ کے چھوٹے بھائی شیخ عمار رحمانی حفظہ اللہ نے پڑھائی، ایک جم غفیر، علماء، طلباء، گاؤں کے لوگ، ودیگر عوام الناس، نے نم آنکھوں سے آپ کو سپرد خاک کیا۔

دعا ہے کہ اللہ رب العالمین آپ کی جملہ خدمات کو شرف قبولیت بخشے، آپ کی لغزشوں کو درگزر فرمائے اور جنت الفردوس میں آپ کا ٹھکانہ اپنے محبوب نبی کریم ﷺ، شہداء، صدیقین اور صالحین کے ساتھ بنائے! آمین!

(امتیاز احمد عزیز احمد رحمانی)

Total Pages 52
Date Of Publication : 1st Of Every Month
RNI No. : MAHURD/2011/49422/Postal Registration No. : MCE/281/2019-21
Posted On 4th And 5th Of Every Previous Month

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

Islamic Information Centre, Mumbai
And The Guidance Academy, Shimoga
Presents

(Online)

مکمل تفسیر قرآن کورس

FULL QURAN
TAFSEER COURSE

In the Light of the Qur'an and the Saheeh Hadith

تفسیر سورۃ البقرہ

TAFSEER–E–SURATUL
BAQARAH

By Shaykh Sarfaraz Faizi

Starting from 07th August, 2021 | Every Saturday 9:15 pm to 11:15 pm (IST)

Live Sessions on
zoom app

To join the online class what's app on
9880537687 / 9060300505 / 7045788257

No Fees

iic mumbai
mumbaiiic
mumbaiiic
iic mumbai official

To,

Book Post

If Undelivered Please Return To

Ahlus Sunnah

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882